نجات کا راستہ
سفید دیوی
ایم اے راحت
Pakistani Point.com

یاتان ماسی

کوورکی کھانسی اٹھی۔ اُس کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ کھانسی تھی کہ سینے میں سانس ہی نہ سمانے دیتی تھی۔ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ دماغ پھٹنے لگا۔ آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑیں اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا آخری وقت قریب آگیا ہو۔ لیکن پھر۔ سینے سے کوئی شئے حلق کی طرف بلند ہوئی، منہ کھل گیا اور خون کے جمے ہوئے ٹکڑے اس کے منہ سے باہر نکل آئے۔ زمین سُرخ ہوگئی۔ خون بہت زیادہ تھا۔!

البتہ خون کے نکل جانے سے یاتان ماسی کو کسی قدر سکون مل گیا تھا۔ اُس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے زمین پر پڑے ہوئے سرد رنگ خون کو دیکھا۔ اور پھر سکون کی گہری سانس لی۔ یہ خون اُسے موت کی کہانی سنا رہا تھا۔ اور موت کا احساس اسے بہت سے بھولے ہوئے فرائض یاد دلا دیتا تھا۔!

یوں تو نہ جانے کتنوں کے کون کون سے اُدھار اس پر باقی تھے۔

وہ ان سب کی ادائیگی نہیں کرسکتا تھا کیونکہ تنہا جان تھی۔ اور انتقام کے پیاسے بے شمار۔ آج بھی اگر وہ اعلان کردیتا کہ وہ بدنامِ زمانہ یاتان ماسی ہے، تو اس کے سینکڑوں دشمن اس کے جسم پر تلوار کا ایک نشان ضرور لگاتے تاکہ کسی حد تک سکون تو مل جائے۔ وہ اس کی بوٹیاں آپس میں تقسیم کرلیتے، تاکہ ان کی تذلیل کرکے ہی دل کا بخار نکالا جاسکے۔ لیکن اب اس آخری وقت میں بھی وہ اُن کا قرض کیا ادا کرے۔ ہاں، اب اسے پیلوسی، بہت یاد آتی تھی، لمبے بالوں اور سڈول جسم والی پیلوسی۔ جس کی گہری سیاہ آنکھوں میں محبت کا سمندر موجزن تھا۔

پیلوسی نے اپنی تصویر آشوبا میں سمودی تھی۔ اور یہی شاید اُس کا انتقام تھا۔ آشوبا کا معصوم پیکر اسے پیلوسی کی یاد دلاتا رہتا تھا۔ اور

سرورق کی دوسری کہانی

ایم اے راحت

پورے انتیس سال گزرنے کے بعد بھی وہ ایک لمحے کے لئے پیلوسی کی یاد کو سینے سے جُدا نہیں کرسکا تھا۔ اور اب آشوبا جوان تھی۔ اپنی ماں کی ہوبہو تصویر تھی، اور وہ خود نہ صرف ضرورت سے زیادہ بوڑھا ہوگیا تھا بلکہ ایک موذی بیماری بھی اسے لگ گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ کسی بھی وقت آنکھیں بند کرسکتا ہے۔ اور اس کے بعد بے سہارا آشوبا اس دنیا میں بھٹکتی پھرے گی۔

افسوس اس تھوڑی سی زندگی کے لئے اُس نے ایک ماں سے اس کے جگر کا ٹکڑا چھین لیا تھا۔ کاش وہ ضد نہ کرتا۔ کاش اسے زندگی کے اس قدر مختصر ہونے کا احساس ہوتا۔ حسین پہاڑوں کی سادہ زندگی کیا بُری تھی، اور پھر ان لوگوں نے اسے دل سے قبول کرلیا تھا۔ وہ اس کی عزت کرتے تھے۔ اس کے مشوروں پر اس طرح عمل کرتے تھے، جیسے وہ اُن کا دیوتا ہو۔ ہر سرکش رام ہوگیا تھا۔!

مگر اپنی دنیا کی لگن نے اُسے ظلم پر اکسایا تھا۔ اور بالآخر اس نے پیلوسی کے پہلو میں خنجر بھونک دیا تھا۔ اور معصوم آشوبا کی زندگی میں تاریکیاں بکھیر دی تھیں۔ ورنہ آج۔ اس کی موت کے وقت، وہ بھی اپنوں میں ہوتی۔ وہ جنگلی ہرنی کی طرح جنگل میں چوکڑیاں بھر رہی ہوتی۔

کیا کروں۔ اس معصوم لڑکی کے لئے کیا کروں۔ کیا اسے ساتھ لے کر پھر وہی طویل سفر کروں۔ جو زندگی میں ایک بار کیا تھا۔ لیکن سانسوں کی آمد و رفت اس کی اجازت کہاں دے گی۔؟

بدنام زمانہ یاتان ماسی، جاپان کے سمندروں کا شہنشاہ تھا۔ اس کا خونی جہاز موت کا نشان سمجھا جاتا تھا اور اسے جب بھی دیکھا جاتا، تصور کرلیا جاتا کہ موت آزاد ہوگئی ہے، اب وہ برق بن کر گرے گی اور ہر ذی روح کو فنا کردے گی۔! سمندری درندے نے آٹھ سال تک قیامت برپا رکھی۔ اس سے خطرناک بحری ڈاکو اس سے قبل کوئی پیدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن ہر عروج کا زوال بھی ضرور ہوتا ہے۔ بالآخر اس کی چیرہ دستیوں کا وقت انتہا آگیا۔ حکومت جاپان نے ایک تباہ کن جہاز کو مسافر بردار اور مال بردار جہاز کا رنگ دے کر سمندر میں روانہ کیا اور یاتان ماسی اسے لقمۂ تر سمجھ کر اس پر چڑھ دوڑا۔ لیکن اس کے قریب پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ یہ جہاز دراصل اس کی موت کا پروانہ لے کر آیا ہے، بھاری توپوں کے وزنی گولوں نے یاتان ماسی کے جہاز میں تباہی مچادی۔ اور اب اس کے لئے کوئی پناہ نہیں تھی، جہاز میں بڑے بڑے سوراخ ہوگئے تھے جن سے پانی اندر آرہا تھا اور اسے غرق ہونے سے رکنے کی اب کوئی ترکیب باقی نہیں رہ گئی تھی۔!

چنانچہ یاتان ماسی نے اپنے ساتھیوں کو الوداع کہا اور سمندر میں چھلانگ لگادی۔ چار دن اور چار رات وہ ہوش و حواس قائم رکھ کر سمندر کی موجوں سے جنگ کرتا رہا۔ لیکن پھر اس کی قوت جواب دے گئی۔ اور اس کے بعد وہ موجوں کے رحم و کرم پر تھا۔!

اس کے بعد کے خاکے دھندلائے ہوئے تھے، جنہیں وہ آج تک یاد نہیں کر سکا تھا۔ ہاں اسے زمین یاد تھی۔ پہاڑ یاد تھے۔ مختلف شکلیں یاد تھیں۔ شریر بچے یاد تھے، جنھوں نے پتھر مار مار کر اسے زخمی کر دیا تھا۔ شاید وہ دماغی توازن کھو بیٹھا تھا۔ نہ جانے کب تک، اور کہاں کہاں وہ مارا مارا پھرا۔ ہاں جب یادداشت واپس آئی، تو ننگے بدن، اور تانبے جیسے رنگ کے مالک۔ لوگوں میں تھا۔ اُن کے جسموں پر مختصر ترین لباس تھے اور انھوں نے رنگین مٹی سے اپنے بدن پر نقش و نگار بنائے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں لمبے لمبے بھالے تھے۔ اور وہ اس کے گرد گھیرا بنائے ہوئے کھڑے تھے۔

اُسے ان لوگوں سے بہت خوف محسوس ہوا۔ اور وہ دہشت سے چیخ پڑا۔ تب اُن میں سے ایک بوڑھے آدمی نے اُس کے نزدیک بیٹھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ اسے پُرسکون رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔ اور جب اسے احساس ہوا کہ وہ مہربان لوگوں میں ہے تو درحقیقت اُسے سکون محسوس ہوا۔ اُس نے اُن کی مہربانیاں قبول کر لیں۔ انھوں نے اُسے ایک جھونپڑے میں پہنچا دیا۔

اور اسی جھونپڑے میں پہلی بار اس کی ملاقات پیلوسی سے ہوئی۔ سادہ سی حسین آنکھوں اور مسکراتے ہوئے ہونٹوں والی پیلوسی سے۔ !آگ و خون کی ہولی کھیلنے والے یاتان ماہی کی شخصیت یکسر بدل گئی۔ آج تک وہ حسن و عشق کے کھیل سے واقف نہ تھا۔ لیکن فطرت کا گھائل ہونے کے لئے معلومات ضروری نہیں ہیں۔ وہ پیلوسی کی تصویر کو سینے میں محسوس کرنے لگا۔ اسے ہر وقت پیلوسی کے خواب دکھائی دینے لگے اور پیلوسی اِن خوابوں سے دُور نہیں تھی۔ !

سردار یاکے نے اس سے حلفِ وفاداری لیا۔ اور اس نے اس عظیم

معبد میں پتھر کے ان لکھے نقوش کے سامنے سر جھکا کر قسم کھائی کہ وہ پیلوسی اور اس کے قبیلے کا وفادار رہے گا۔

تب پیلوسی اس کے پہلو میں آگئی۔ اس نے خونخوار یاتان کو ہمیشہ کیلئے قتل کر دیا۔ جو سزا اُسے حکومت جاپان نہ دے سکی تھی، وہ اُس نے قبول کر لی اور اُس کی دنیا بہت حسین ہو گئی۔ وحشی یاتان مر چکا تھا، لیکن کبھی کبھی اپنی دنیا کی یاد اُسے بہت ستاتی تھی۔ پہاڑوں کی یہ دنیا بہت حسین، بہت سادہ، بہت معصوم تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کا دل اس سے اکتا گیا۔ اور پھر اس نے محبت کرنے والی پیلوسی سے تقاضا کیا کہ وہ اس کے ساتھ اُس کی دنیا میں چلے!

پیلوسی کے لئے یہ تصور بھی جانکاہ تھا۔ وہ کبھی اپنوں کو چھوڑنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اُس نے سخت حیرانی کا اظہار کیا۔!

لیکن اُس کی حیرانی یاتان کا ارادہ نہ بدل سکی، وہ اور شدت سے اپنی دنیا کے بارے میں سوچنے لگا اور پیلوسی سے اس کے تقاضے بڑھتے گئے۔ پیلوسی محبت سے اس کے سینے میں منہ چھپا کر کہتی تھی کہ اُسے یہاں کیا تکلیف ہے۔ یہاں اس کے اپنے موجود ہیں۔!

"میری دنیا، پہاڑوں کی اس دنیا سے بہت زیادہ حسین ہے پیلوسی۔ تم اسے دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔"

"لیکن اِن پہاڑوں سے دور رہ کر میں زندہ نہ رہ سکوں گی یاتان۔"

"گویا تمہیں مجھ سے زیادہ اِن پہاڑوں سے محبت ہے۔؟"

"نہیں یاتان۔ لیکن میری روح یہاں کے خمیر سے اٹھی ہے۔ یہاں میرے سب ہیں۔!" اور پیلوسی نے جس شدت سے اس خیال کی مخالفت کی، اس سے یاتان کو اندیشہ پیدا ہو گیا کہ وہ کسی طور وہاں سے نہیں جائے گی۔ پھر پیلوسی حاملہ ہو گئی اور کچھ روز کے لئے یاتان کے تقاضے رُک گئے۔ اُس نے خوبصورت آشویا کو جنم دیا اور یاتان کی زبان بند ہو گئی۔ ننھی سی بچی اس کی روح تھی۔ لیکن دل ہی دل میں وہ اور فکرمند ہو گیا، اب تو اس کا یہاں سے جانا اور ضروری تھا۔ وہ اپنی بچی کو اِن جنگلوں میں تو نہیں پروان چڑھا سکتا تھا۔ اُس نے بہت دن تک پیلوسی سے کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد۔۔ دوبارہ اس کے تقاضے شروع ہو گئے اور ایک بار نوبت سخت کلامی تک پہنچ گئی۔

"بستی والوں نے تمہیں اس لئے اپنوں میں شامل کر لیا تھا یاتان، کہ تم نے کہا تھا کہ تم بھری دنیا میں تنہا ہو۔ اگر تم اس وقت اپنی دنیا کے خواہشمند ہوتے تو میری کوشش کے باوجود بستی والے تمہیں خود میں شامل کرنے پر تیار نہ ہوتے۔ اور پھر تم نے تو کہا تھا کہ تم ذہنی طور پر اپنی دنیا سے ناطہ توڑ چکے ہو۔"

"جس طرح تم ان پہاڑوں پر جان دیتی ہو پیلوسی، اسی طرح مجھے بھی اپنا وطن عزیز ہے۔" یاتان نے کہا۔

"ہم تو ان پہاڑوں میں پیدا ہوتے ہیں یاتان۔ اور یہیں دم توڑ دیتے ہیں۔ زمین سے دور جانے والے چلے گئے۔ انھوں نے آبادیاں اور شہر اپنا لیے۔ اب وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ اور یہاں سے جانے والے ہم میں سے نہیں رہتے۔"

"گویا تم میرا ساتھ دینے سے انکار کر رہی ہو۔"

"تمہارا ساتھ تو میں موت کے بعد بھی دے سکتی ہوں یاتان۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ مجھے انھیں پہاڑوں میں موت آئے۔"

"لیکن میں تمہارے ساتھ ان پتھروں سے سر پھوڑنے پر تیار نہیں ہوں۔ مجھے اپنی بچی کی بھی فکر ہے۔"

"میرے والدین کو بھی میری فکر تھی۔ وقت ہماری بچی کا مستقبل بھی سنوار دے گا!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں یہاں نہیں ہولے گا!"

"اگر تم نے ضد کی یاتان۔ تو میں سردار یاکے کو تمہارے ارادے سے آگاہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی، اور وہ تمہارے اوپر پابندیاں لگا دے گا۔"

اور یاتان خاموش ہو گیا۔ اسے پیلوسی کی یہ بات سخت ناگوار گزری تھی۔ لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ وقتی طور پر خاموشی اختیار کی جائے۔ ورنہ اگر سردار یاکے کو پتہ چل گیا تو کوئی ایسی بات بھی ہو سکتی ہے جس سے پھر ہمیشہ کے لئے بیرونی دنیا کے راستے بند ہو جائیں۔ لیکن اس دن کے بعد سے وہ اپنی خفیہ کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ ایکبار پھر اس کے دل میں سنگدل یاتان جاگ اٹھا تھا۔

چنانچہ آہستہ آہستہ اس کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ اور پھر ایک رات، جب پوری بستی گہری نیند سو رہی تھی۔ اُس نے خاموشی سے نزدیک سوتی ہوئی آشویا کو اُٹھا کر کندھے سے لگا لیا۔ پاکی چٹان کے پاس اُس کا گھوڑا زین کسا تیار کھڑا تھا۔ اس کا انتظام اُس نے پہلے ہی کر لیا تھا۔ اُس نے دوسرے کچھ انتظامات بھی کئے تھے، جن میں قابلِ ذکر یہ تھا کہ اُس نے گھوڑوں کے کھانے میں سوبی بوٹی ملا دی تھی، جو گھنٹوں بے ہوش کرنے کے لئے کافی تھی۔ اس بوٹی کا استعمال قبیلے کا ڈاکٹر ان لوگوں پر کرتا تھا، جن کے زخموں کو جلا کر جراثیم سے پاک کیا جاتا تھا۔!

چنانچہ گھوڑے بے سدھ پڑے تھے۔ اور بستی کا کوئی شخص اب اس کا تعاقب نہیں کر سکتا تھا۔ یوں اس نے ڈھائی سالہ آشویا کو اس کی ماں سے جُدا کر دیا۔ اور کیسی کیسی مصیبتیں اُٹھانی پڑی تھیں اسے آشویا کی پرورش میں۔ نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا تھا وہ۔ بمشکل تمام آشویا ماں کو بھول سکی۔ تب اُس نے ڈرتے ڈرتے اپنے وطن کا رُخ کیا۔ لیکن اب اُس کی شکل اس قدر بدل گئی تھی کہ اُسے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ اُس کے چہرے پر محبت کا نور پھیل گیا تھا جو اپنی بچی کے لئے تھا۔ اور پھر تنہائیوں میں اُس نے اپنے ماضی پر غور کیا تو اسے خود سے سخت گھن آنے لگی۔ آہ۔ کیا کیا مظالم نہ کئے تھے اس نے انسانوں پر!

نسلاً وہ بدھ مت کا پیرو تھا۔ لیکن بدھا کی تعلیمات پر اُس نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔ اس کا دل اِس حد تک ڈرا کہ اسے زندگی عذاب معلوم ہونے لگی۔ پھر اس نے ایک رات ایک پگوڈے میں گزاری اور وہاں درس دینے والے کے الفاظ سنے۔ انسان جب بھی بھلائی کی طرف لوٹ آئے، اسے نئی زندگی بخش دی جاتی ہے۔ ان الفاظ میں بڑا سکون تھا۔ اُسے ایک پگوڈے میں جگہ مل گئی اور اس نے آشویا کی پرورش کے ساتھ بدھا کی تعلیمات کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ اور اس مطالعے میں

اس کا دل اس قدر لگا کہ وہ دنیا جہان بھول بیٹھا۔ اُس نے بڑے بڑے چلے کئے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آشویا بھی اس کے ذہن سے محو ہو گئی۔ لیکن اب آشویا اس قدر سمجھ دار ہو گئی تھی کہ ہر وقت اُس کی نگرانی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ایک معصوم گائے تھی، جس کی اپنی کوئی مرضی نہیں تھی۔ وہ دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ بس اُس کی دنیا اس پگوڈے تک ہی محدود تھی، جہاں اس نے ہوش سنبھالا تھا۔!

مسلسل ریاضت نے یانان ماسی کو نئی زندگی دے دی۔ وہ بہت سے علوم سے واقف ہو گیا، اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ بے شمار لوگ اُس کے پاس درس لینے آتے تھے اور وہ ان کی فطرت سے بخوبی واقف تھا۔ اُس کے بہت سے شاگرد تھے جو اُس سے درس حاصل کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اُسے ایک موذی بیماری نے بھی آ دبوچا۔ اب اسے شدید کھانسی اُٹھتی اور اس کے ساتھ جیتا جیتا خون اس کے منہ سے اُبل پڑتا۔!

یہ گندا خون تھا جسے اس کا جسم واپس کر رہا تھا۔ وہ اس بیماری سے بہت خوش تھا۔ لیکن جب اس کی نگاہ آشویا پر جاتی تو اُس کا دل خون ہو جاتا۔ کاش یہ بچی اپنی ماں کے زیرِ سایہ رہتی۔ کاش وہ پیلوسی کی گود اجاڑ کر اس پر ظلم نہ کرتا۔! اور ان دنوں وہ اس کے بارے میں زیادہ ہی سوچنے لگا تھا۔ ان دنوں اسے اپنی شقاوت کا زیادہ ہی احساس ہونے لگا تھا۔ وہ آشویا کو اس دُنیا کے اوپر چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا اور اسے علم تھا کہ اس چند روزہ زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک طویل سفر کر کے آشویا کو اس کے اپنوں میں پہنچا دے۔ یہ کام بہت مشکل تھا، اور سفر طویل۔ اگر راستے میں موت نے اُسے آ دبوچا۔ تو آشویا درمیان میں رہ جائے گی۔ وہ اتنی سیدھی اور معصوم تھی کہ اپنے لئے کوئی راستہ نہیں تلاش کر سکتی تھی۔ اُسے تو دنیا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔

آج بھی خون کے ڈھیر کے سامنے بیٹھا وہ یہی سوچ رہا تھا، اور پھر اُس کے کانوں میں ایک آواز گونجنے لگی۔ ایک انجانی آواز جو اُس کی اپنی نہ تھی۔ "نیکیوں کے حصول کے لئے بعض اوقات بدی کے سہارے بھی ضروری بن جاتے ہیں۔ لیکن بدی سے کام لے کر نیکیاں اپنائیں تو بدی ڈھل جاتی ہے۔"

اور اس آواز نے ایک نئی سوچ اس کے ذہن میں بیدار کر دی۔ وہ غور کرنے لگا۔ کیا آشویا کو اس کی ماں کے پاس پہنچانے کے لئے فریب کا سہارا لیا جائے۔؟ کیا اجنبی انسانوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آشویا اپنی ماں کو کیسے پہچانے گی۔ اس کے عزیز اُس سے کیسے واقف ہوں اور اجنبی لوگ کیا سیدھے اس علاقے تک پہنچ سکتے ہیں جہاں آشویا کی بستی آباد ہے۔؟ چند مشکلات تھیں۔ لیکن ان کا حل بھی اس کے پاس موجود تھا۔ اُس کے ضمیر نے اسے یہ سب کچھ کرنے پر ملامت نہیں کی تھی۔ وہ ایک نیک کام کرنے کے لئے فریب کا سہارا لے رہا تھا۔ اُس نے آشویا کو زندگی بھر اپنے سینے سے لگا کر پالا تھا۔ حالانکہ وہ

باپ تھا۔ اُس کی ماں اس کے لئے کس قدر تڑپتی ہوگی اور اگر اولاد ماں کے پاس پہنچ جائے تو اس سے زیادہ مسرّت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خوب غور و خوض کے بعد اُس نے ایک جامع پروگرام بنایا۔!

بدھ بھکشو کی مخلصانہ زندگی گزارتے ہوئے اس نے کچھ خصوصی علوم میں مہارت حاصل کی تھی جن میں آنکھوں کی قوّت کا فروغ بھی شامل تھا۔ یہ علوم پگوڈوں میں عام تھے اور بھکشو ان کے ذریعے قلوب کی صفائی کا کام لیتے تھے۔ چنانچہ۔ اس کام کی ابتداء میں یانان ماسی نے تاخیر نہ کی۔ اسی رات سے اُس نے اپنے کام کی ابتدا کر دی۔ اُس نے گائے کی طرح معصوم آشویا کو اپنے پاس بلایا اور اپنے سامنے ایک مونڈھے پر بٹھا لیا۔

"آشویا۔ میری بچّی۔ کیا تو ماں کے نام سے واقف ہے۔؟"

"ہاں باپو۔ ہر بچّے کی ایک ماں ہوتی ہے۔" آشویا نے جواب دیا۔

"تو بھی کبھی بہت چھوٹی تھی۔ اور تیری بھی ایک ماں تھی۔" یانان نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری۔؟ ماں۔؟" آشویا نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں۔ میں آج تیری ماں سے تیری ملاقات کرانا چاہتا ہوں۔ دیکھ، میری آنکھوں میں دیکھ۔ تجھے بہت کچھ نظر آئے گا۔ غور کر۔ دیکھتی رہ۔ میری آنکھوں میں دیکھ۔ اور مجھے بتا کہ تو نے کیا دیکھا۔ آشویا۔ آشویا۔ کیا تو کچھ دیکھ رہی ہے۔ آنکھیں بند کر لے۔ ذہن کے دروازے کھل جائیں گے۔ ماضی اُبھر آئے گا۔ کیا تو مجھ کو دیکھ رہی ہے آشویا۔؟"

آشویا کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اُس کے ہونٹ پھڑپھڑا رہے تھے۔ پھر اُس کے منہ سے ایک گمبھیر آواز نکلی۔ "ہاں۔ میں دیکھ رہی ہوں۔ یہ سبز وادیاں۔ اور یہ سبزے سے لدے ہوئے پہاڑ۔ یہ جھرنا جو بلندی سے گر رہا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں۔"

"آگے بڑھ۔ اسی راستے پر سیدھی چلی جا۔ کیا تو گنبد نما جھونپڑے دیکھ سکتی ہے۔؟"

"ہاں۔ ہاں۔ میں دیکھ رہی ہوں۔ اوہ۔ یہ بچے۔

کیسے پیارے، کیسے معصوم ہیں۔ یہ بچے کنکروں سے کھیل رہے ہیں۔"

"انھیں جھونپڑوں میں تمہاری ماں موجود ہے۔ اسے تلاش کرو۔ اسے پہچان لو۔ پیلوسی۔ پیلوسی اس کا نام ہے۔ کیا تم اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہوئیں۔؟"

"ہاں۔ اس کی آنکھوں میں پیار ہے۔ آہ۔ کیسی محبت ہے اس کی آنکھوں میں۔ وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔ ارے یہ اس کی گود میں کون ہے۔ اوہ۔ یہ تو میں ہی ہوں۔"

"اِن راستوں کو ذہن نشین کرلو۔ تمہیں اِن راستوں سے گزرنا ہے اچھی طرح دیکھ لو۔ میں تمہیں جس کے حوالے کردوں گا، تم اسے بتاؤ گی۔ کہ ان پہاڑوں میں ایک عظیم خزانہ پوشیدہ ہے۔ ہاں۔ اِن پہاڑوں میں ایک عظیم خزانہ پوشیدہ ہے۔ اِن راستوں کو ذہن نشین کرلو۔"

یاتان ماسی اسے ہدایات دیتا رہا۔ اور پھر اسے زور کی کھانسی اٹھی اور وہ خون تھوکنے لگا۔!

پگوڈے کے بہت بڑے بھکشو نے یہ پریس کانفرنس بلائی تھی۔ نہ جانے وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ بہرحال پریس کے نمائندے پگوڈے میں پہنچ گئے تھے۔ یہاں بھکشو بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ پگوڈے کے بہت بڑے ہال میں وہ اس کا انتظار کررہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد مہاتما بدھ کا پیرو ہال میں داخل ہوا۔ دبلے پتلے بیمار آدمی کے چہرے پر بے پناہ جلال تھا۔ اس کے چیلے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ پریس فوٹو گرافروں نے اس کی بے شمار تصاویر بنائیں۔ اور وہ ان کے درمیان آکھڑا ہوا۔!

"عزیزو۔ میں نے تمہیں ایک خاص بات بتانے کے لئے تکلیف دی ہے۔ انسان فطرتاً معصوم ہے۔ وہ بے بس پیدا ہوتا ہے اور بے بسی سے مرجاتا ہے۔ ان چند سانسوں کے دوران، حالات، ماحول اسے جو کچھ بنادے۔ وہ خود کو بہت پائیدار سمجھتا ہے۔ لیکن دنیا بے حد ناپائیدار ہے۔ میں اپنی مثال پیش کرتا ہوں میرے حالات زندگی طویل ہیں اور ان کی تفصیل ناقابل ذکر۔ ہاں، میں ایک دور کا تذکرہ ضرور کروں گا جب میں نے خود کو ایک سنگدل بحری قزاق کے روپ میں دیکھا۔ تمہیں یاتان ماسی کا نام آج بھی یاد ہوگا۔ ممکن ہے تم نے اس کی تصویر بھی دیکھی ہو۔ وہ بدنام زمانہ۔ وہ سنگدل انسان میں ہی ہوں۔ میں نے بے شمار انسانوں کو موت کی دلدل میں غرق کیا ہے۔"

پریس فوٹو گرافروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ پیچھے کھڑے ہوئے بھکشو حیرت سے کئی قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان سب کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ یاتان ماسی کا نام ایسا ہی سنسنی خیز تھا۔!

یاتان ماسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہاں۔ میں ہی یاتان ماسی ہوں۔ اپنی سنگدلانہ کارروائیوں کا تذکرہ میں بڑی ندامت سے کررہا ہوں۔ اور پھر وہ آخری وقت آیا جس نے میری زندگی کو نیا روپ دیا۔ بحری پولیس کے مقابلے میں میرا جہاز غرق ہوگیا۔ میرے بیشتر ساتھیوں کی لاشیں پولیس کو دستیاب ہوگئیں، لیکن وہ میری لاش نہ پاسکی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں پانی کے نیچے نیچے تیرتا ہوا دور نکل گیا تھا جبتک مجھ میں جدوجہد کی قوت رہی میں تیرتا رہا۔ پھر بے ہوش ہوگیا۔ لیکن زندگی نے پھر مجھے سنبھال لیا۔ اور۔ اس کے بعد میری کیفیت بدل گئی۔ مجھے اپنی ظالمانہ کارروائیوں پر سخت ندامت ہوئی۔ میں ان کا ازالہ کرنے کی کوئی تدبیر نہیں کرسکا۔ اس کے علاوہ میرے کاندھوں پر ایک ذمہ داری بھی آپڑی تھی۔ اور یہ ذمہ داری میری بیٹی آشویا کی پرورش تھی۔ میں مختلف ممالک میں گھومتا رہا۔ اور پھر اپنے وطن واپس آگیا۔ لیکن اب میں ایک نیا انسان تھا۔ میرے وطن کے لوگ مجھے نہ پہچان سکے۔ میں نے بدھا کی تعلیمات سے واقفیت حاصل کی اور مجھے دل کا سکون مل گیا۔ میں ان میں گم ہوگیا۔ اور میں نے اُن پر عمل شروع کردیا۔ مجھے عبادت گاہ میں پناہ مل گئی اور یہاں میں اس نور سے فیضیاب ہونے لگا، جو ایک عظیم انسان نے دنیا کو بخشا تھا۔ میری بچی کی پرورش بھی بڑی سادگی سے ہونے لگی۔ میری روح سے آلودگی اترتی گئی۔ لیکن وہ گہرا داغ مجھے ابتدا سے بے چین کئے ہوئے تھا، جسے دھونا اب میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں نے جن بے گناہوں کو تکلیف پہنچائی تھی، وہ مجھے کیسے معاف کریں گے اور ضمیر کی چبھن دور کرنے کا جب کوئی ذریعہ نہیں نظر آیا۔ تو۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے گناہوں کی وہ سزا حاصل کروں جو دنیا میرے لئے تجویز کرے۔ چنانچہ عزیزو۔ میں نے آپ کو اسی لئے تکلیف دی ہے تاکہ اپنے بارے میں بتادوں کہ میں بحری قزاق یاتان ماسی ہوں، اور ہر سزا قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

اسٹاف رپورٹروں کے قلم دھڑا دھڑ اچل رہے تھے۔ وہ اس پوری داستان پر سخت حیران تھے۔ پھر انھوں نے یاتان ماسی سے بہت سے سوالات کئے۔ اور اس نے ان کے جواب دیئے۔ اس کے بعد وہ اپنے حجرے میں چلا گیا۔ لیکن زیادہ دیر کے لئے نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی پولیس نے پگوڈے کو گھیر لیا تھا۔ یاتان ماسی سے باہر آنے کی درخواست کی گئی۔ اس نے آخری بار آشویا کی پیشانی چومی اور باہر نکل آیا۔!

پگوڈے کے باہر اعلیٰ پولیس آفیسر موجود تھے۔ وہ اس کے سامنے جھکے۔ اور پھر بڑے پولیس افسروں میں سے ایک نے اس سے دریافت کیا۔ "کیا درحقیقت آپ یاتان ماسی ہیں۔؟"

"تمہارے ریکارڈ میں میری تصویر موجود ہوگی۔" یاتان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ گو وہ تصویر پرانی ہے۔ لیکن آپ سے مشابہ ہے۔"

"میں اقرار کرتا ہوں کہ میں یاتان ہوں۔"

"تب ہم آپ کو گرفتار کرنے آئے ہیں۔ !" پولیس افسر نے ہتھکڑیاں نکالتے ہوئے کہا۔ اور یاتان نے خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

یاتان ماسی کی کہانی ملک بھر کے اخبارات میں چھپی تھی۔ بہت سے دوسرے ممالک بھی اس بحری قزاق میں دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے وفود بھیجے جنہوں نے یاتان سے ضروری سوالات کیئے۔ لیکن حکومت جاپان اسے کسی ملک کے حوالے کرنے پر تیار نہ ہوئی۔ اس پر جاپان ہی میں مقدمہ چلایا گیا۔ اور ان دوسرے ممالک کے مفادات کا خیال بھی رکھا گیا' جو یاتان سے متاثر ہوئے تھے۔ لیکن یاتان نے صرف ایک حد تک اُن سے تعاون کیا۔ باقی بہت سے سوالات کے جوابات دینے سے اُس نے انکار کر دیا تھا۔ بہرحال پوری دُنیا میں اس بحری قزاق کی انیس سال کے بعد گرفتاری کی خبر پھیل گئی تھی۔ ہر ملک کے اخبارات نے اس کی کہانی شائع کی تھی اور بے شمار لوگ اُس کے مقدمے کی کارروائی کو غور سے پڑھتے رہتے تھے۔

کچھ اور لوگ بھی تھے جو اس کیس میں بالکل نئے انداز میں دلچسپی لے رہے تھے' اور اس سلسلے کو دوسرے انداز میں سوچ رہے تھے۔ ان میں جاپان کا ایک جرائم پیشہ ذہین آدمی ہی آتا بھی تھا۔ ہی آتا کی قیام گاہ میں ایک عالیشان کمرے میں اس وقت تین آدمی موجود تھے۔ یہ تینوں ہی آتا کے دست راست تھے' اور یہ سب مل کر چھوٹے بڑے جرائم کرتے تھے' جن میں ڈاکہ زنی' اغوا اور ہر وہ کام شامل تھا جو ناجائز تھا۔ لیکن جس سے دولت حاصل ہو سکتی تھی۔ !

"تمہارا خیال درست ہے۔ میں ہمیشہ وہ باتیں سوچتا ہوں' جن پر دوسروں کا ذہن نہیں جاتا۔ بوڑھے یاتان نے ایک طویل عرصے تک لوٹ مار کی ہے اُس نے بڑے بڑے جہازوں کو لوٹا ہے۔ اس کا جہاز اور اس کے ساتھی غرق ہو گئے لیکن اس کی جمع کی ہوئی دولت کا بھی کچھ پتہ چلا۔ ؟"

"ممکن ہے اُس نے حکومت کو اس کی اطلاع دے دی ہو۔ ؟" ہی آتا کے ایک ساتھی نے کہا۔

"میں نے اس بارے میں گہری معلومات حاصل کی ہیں۔ حکومت کے نمائندوں نے اس سے یہ سوال بھی کیا تو اُس نے جواب دیا کہ وہ اپنے طور پر اس دولت کو جائز لوگوں میں خرچ کر چکا ہے۔"

"اور اگر اس نے واقعی ایسا کر دیا ہو ہی آتا۔ تم جانتے ہو' وہ موت کی آغوش میں جا رہا ہے۔ اس کے بعد وہ دولت اس کے کام کی نہیں رہ جائے گی۔"

"یہی وہ بات ہے جو تم نے نہیں سوچی۔ کسی نے نہیں سوچی۔ صرف میں نے سوچی ہے۔" ہی آتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ ؟"

"تم لوگ اور دوسرے لوگ اس کی نوجوان بیٹی کو فراموش کر چکے ہو۔ جو پگوڈے میں پرورش پا رہی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس عظیم خزانے کا راز اس نے اپنی بیٹی کے سپرد کر دیا ہو۔ یقیناً ایسا ہی ہو گا' کیونکہ اسے اپنی بیٹی کے مستقبل کی فکر بھی ہو گی۔ !"

"اوہ۔" ہی آتا کے ساتھی چونک پڑے۔ انھوں نے غور کیا اور گردن ہلاتے ہوئے بولے۔ "تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے ہی آتا۔"

"میں ہمیشہ درست ہی سوچتا ہوں۔ اور میں نے تمہیں اسی لئے جمع کیا ہے کہ ہم اس سلسلے میں کارروائی شروع کر دیں۔"

"ہم تیار ہیں ہی آتا۔ کیا اس لڑکی کو اغوا کر لیا جائے۔ ؟"

"ابھی نہیں۔ اس سے قبل ہمیں یاتان ماسی سے ہی بات کرنا ہو گی۔ !"

"اوہ۔ لیکن کیا وہ ہمیں کچھ بتانے پر آمادہ ہو جائے گا۔ ؟"

"میں اس سے معلوم کروں گا۔ اور تم میری صلاحیتوں سے واقف ہو۔" ہی آتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن جیل میں اُس سے تفصیلی ملاقات کیسے کی جا سکے گی۔ ؟"

"اس کے لئے مجھے کوئی چھوٹا موٹا جرم کر کے جیل جانا ہو گا۔ پگوڈے سے لڑکی کو اغوا کرنے سے قبل میں یاتان ماسی سے معلومات حاصل کر لینا بہتر سمجھتا ہوں۔" ہی آتا نے کہا۔ اور اس کے ساتھی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے۔

ہی آتا جیسے جعلساز کے لئے کوئی چھوٹا سا جرم کر کے جیل پہنچ جانا معمولی سی بات تھی۔ اُسے صرف دس روز کی سزا ہوئی تھی اور اپنی خصوصی کوششوں سے اس نے اسی علاقے میں اپنی سزا کاٹنے کی اجازت حاصل کر لی تھی' جہاں یاتان ماسی قید تھا۔ ! یاتان ماسی کے عقیدت مند اس سے جیل میں بھی ملاقات کرتے تھے۔ ہی آتا نے خود کو بھی اس کے عقیدت مندوں میں سے ظاہر کیا تھا۔ !

ابتدائی چند روز۔ وہ یاتان ماسی کی طبیعت کا بغور جائزہ لیتا رہا۔ اس نے خود کو زیادہ سے زیادہ یاتان سے قریب کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور ایک رات' جبکہ قیدی سونے کے لئے لیٹ چکے تھے' ہی آتا یاتان کے نزدیک کھسک آیا۔

"کیا آپ کو معلوم ہے مہاتما جی۔ کہ میں نے صرف آپ کی وجہ سے جیل آنا پسند کیا ہے۔ ؟" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔ ؟" یاتان نے تعجب سے کہا۔

"میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے میں نے ایک ایسا جرم کیا جس کی سزا چند روز سے زیادہ نہ ہو۔ مقصد یہ تھا کہ جیل میں آپ سے تفصیلی ملاقات کروں۔" ہی آتا نے کہا۔ اور جواب میں یاتان کی نگاہیں اس کے چہرے پر آ جمیں۔ اور ہی آتا کو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی شے اُس کے دماغ کو کرید رہی ہو۔ اس کے خیالات معلوم کر رہی ہو۔ اُس نے گھبرا کر گردن جھٹک دی اور پھر کڑی نگاہوں سے یاتان کے چہرے کو دیکھا۔ یاتان کے ہونٹوں پر پُرسکون مسکراہٹ تھی۔

"اس ملاقات کی وجہ بیان کیجئے۔ ؟" اُس نے نرم آواز میں پوچھا۔

"میں اِس گفتگو کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ لیکن صاف گفتگو صاف دلی کی علامت ہے۔ جبکہ یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ آپ کسی زمانے میں عظیم

بحری قزاق رہ چکے ہیں، تو یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا اس دور کا خزانہ بھی ضرور ہوگا اور مجھے معلوم ہے کہ لاکھ کوشش کے باوجود حکومت اس خزانے کا راز نہیں معلوم کرسکی ہے۔"

"شاید تم نے اس سلسلے میں میرا جواب بھی اخبارات میں پڑھ لیا ہوگا۔" یاتان نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس پر یقین نہیں کیا۔"

"کیوں۔؟"

"کیونکہ ایک خوبصورت سی معصوم سی لڑکی میری نگاہوں کے سامنے ہے اور وہ یاتان ماسی کی بیٹی ہے۔ یاتان نے اس کے مستقبل کا کوئی نہ کوئی بندوبست ضرور کیا ہوگا۔؟"

یاتان نے گہری سانس لی اور پھر وہ پُراسرار انداز میں بولا۔ "میں ذہین لوگوں کا منتظر تھا۔ اور تم پہلے ذہین آدمی ہو جس نے مجھ سے ملاقات کی ہے۔ لیکن میرے بچے۔ اگر تمہارے ذہن میں یہ خیال آیا تو تم نے مجھ سے ملاقات کا فیصلہ کیوں کیا۔؟"

"ممکن ہے لڑکی اس راز سے واقف ہو۔ لیکن اسے تمہاری بتائی ہوئی کہانی یاد ہوگی۔ اور اگر وہ کہانی کے کسی بھی حصے کو بھول گئی، تو تم پریشانی سے دوچار ہوسکتے ہیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ براہِ راست تم سے بات کروں اور تمہیں اس سلسلے میں پیشکش کرکے تم سے یہ راز حاصل کروں۔؟"

"تمہاری کیا پیشکش ہے۔؟" یاتان ماسی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اگر۔ میری کوششوں سے خزانہ مل گیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس میں آدھا حصہ تمہاری بیٹی کی ملکیت ہوگا۔ اس کے علاوہ رضاکارانہ طور پر تمہاری بیٹی کی سرپرستی کروں گا۔ اور اگر تم نے اس بارے میں کوئی ہدایت دی تو اسے تمہاری وصیت سمجھ کر اس کی تکمیل کردوں گا۔!"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم اس وعدے کو ایفا کرسکو گے۔؟"

"ہاں۔ میں تمہارے بھروسے کے لئے ہر اقدام کرنے کو تیار ہوں۔"

"کیا تمہارے وسائل ہیں کہ تم ایک طویل سفر کرسکو۔؟"

"طویل سفر۔؟" ہی آتا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ہاں۔ یہ میرے لئے ممکن ہے۔"

"کیا تم ایک لیبر انسان ہو۔ اور خطرناک حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو آمادہ کرسکتے ہو۔؟"

"میں تمہاری توقعات کے عین مطابق ہوں۔" ہی آتا نے جواب دیا۔

"اگر تم ہو۔ تو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ لیکن اگر تم نے وعدے کو ایفا نہ کیا تو۔ میری روح تمہارا تعاقب کرے گی۔ اور مرنے کے بعد بھی میں تمہیں سکون نہ لینے دوں گا۔"

"میں پھر وعدہ کرتا ہوں۔ کہ ایسا نہ کروں گا۔!"

"تب سنو میرے بچے۔ آشویا خزانے کے راستے کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے۔ تمہیں جنوبی امریکہ کے دشوار گزار خطوں کا سفر کرنا ہوگا، لیکن تمہاری محنت کا صلہ تمہیں اس قدر ملے گا کہ تمہاری پشت ہا پشت عیش کریں گی۔ جاؤ۔ آشویا سے ملاقات کرو۔ اسے میری یہ نشانی دے دینا۔ وہ تمہارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہوجائے گی۔"

بوڑھے یاتان نے اپنی انگلی سے لکڑی کی تراشی ہوئی ایک انگوٹھی نکال کر ہی آتا کے سپرد کردی۔ اور ہی آتا نے اسے اپنی انگلی میں ڈال لیا۔ اس کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا اور وہ دل ہی دل میں قہقہے لگا رہا تھا۔! میں تم جیسوں سے نپٹنا خوب جانتا ہوں بڑے میاں۔ تمہاری روح کو بھی ایسے چکر دوں گا کہ یاد کرے گی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ لڑکی مجھے پسند آجائے اور میں اسے وہ مراعات دینے پر آمادہ ہوجاؤں جن سے وہ اپنی زندگی گزار لے۔ باقی رہا خزانہ۔ تو عظیم یاتان کی محنت سے حاصل کیا ہوا خزانہ۔ اب مکمل طور پر ہی آتا کی ملکیت ہے۔ کون ہے جو اسے اس سے لے سکتا ہے۔!

دوسری طرف یاتان آنکھیں بند کئے بڑبڑا رہا تھا۔ "میرے معبود مجھے معاف کردینا۔ میں نے ایک نیکی حاصل کرنے کے لئے ایک گناہ کیا ہے۔ میرے اس آخری گناہ کو معاف کردینا۔"

دسویں روز ہی آتا نے بوڑھے یاتان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، اور اپنی رہائی کا پروانہ ملنے کے بعد جیل سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر تک وہ سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا اور پھر واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ لیکن۔ یہاں ایک بُری خبر اس کی منتظر تھی۔!

اس کی ملاقات اپنے ایک ساتھی سے ہوئی، جو اس کا منتظر تھا۔

"خوش آمدید ہی آتا۔ کیا تم اپنا کام بخیر و خوبی انجام دے آئے ہو۔؟" اس کے ساتھی نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہی آتا ناکامیوں کی خبر نہیں لاتا۔! باقی دونوں کہاں ہیں۔؟" ہی آتا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دونوں شی بیا کے جنگلات میں ایک خشک کنوئیں میں موت کی گہری نیند سو رہے ہیں۔!" ہی آتا کے ساتھی نے سفاک سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ اور ہی آتا بری طرح چونک پڑا۔ ایک لمحے تک اس پر سکتے کی سی کیفیت طاری رہی، پھر اس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"آہ۔ بہت بُری خبر سنائی تم نے شوما کے۔ لیکن یہ سب کیونکر ہوا۔ وہ شی بیا کے جنگلات میں کیسے پہنچ گئے۔ اور یہ حادثہ انہیں کیسے پیش آیا۔؟"

"وہ خود شی بیا کے جنگلات نہیں گئے۔ بلکہ تمہیں معلوم ہے باس کہ ہم اپنے مقتولین کی لاشیں شی بیا کے جنگلات میں ہی ٹھکانے لگاتے ہیں چنانچہ میں نے ان دونوں کو کافی میں زہر دے دیا، اور جب وہ زمین پر ایڑیاں رگڑ رگڑ

کردم توڑ گئے تو میں نے اُن کی لاشیں ویگن میں احتیاط سے رکھیں اور پھر شی بیا کے جنگلات کا طویل سفر کیا' پھر اُن کا عمدہ ٹھکانہ وہ خشک کنواں ہی بہتر ہو سکتا تھا۔!"

"تم نے انھیں زہر دے کر ہلاک کیا۔ لیکن کیوں ۔۔؟"

"غداروں کی سزا اس سے مناسب میرے خیال میں اور کوئی نہ تھی۔ خاص طور سے اس لئے کہ اُن کی تعداد دو تھی اور میں تنہا۔ ہاں اگر وہ ایک ہوتا تو ہم دو مل کر اسے قید کر لیتے اور تمہارا انتظار کرتے' ہوا یوں کہ تم ضروری کام سے جیل چلے گئے۔ ادھر ان کے دماغوں میں چھوٹے کیڑے کلبلانے لگے اور یہ چھوٹے کیڑے صرف غلط باتوں کی طرف مائل کرتے ہیں چنانچہ انھوں نے طے کر لیا کہ یاتان ماسی کی لڑکی کو اغوا کر کے' پہلے ٹوکیو ۔۔ اور پھر وہاں سے ملائیشیا لے جائیں گے ۔۔ ملائیشیا میں اُن کے بہتر ذرائع موجود تھے اور آزاد ہونے کے بعد اُس طرف تمہارا ذہن نہیں جاتا۔ اس لئے انھوں نے وہ جگہ بہت مناسب خیال کی۔ انھوں نے مجھے بھی اس راز میں شامل کر لیا۔ میں نے مختلف ذرائع سے اُن کے ارادوں کی لچک کا اندازہ لگایا۔ تمہارے خوف سے آگاہ کیا۔ لیکن اندازہ ہوا کہ ان کے ارادے بہت پختہ ہیں اور وہ اس راہ کی ہر رکاوٹ کو ہٹانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے اُن سے بھرپور تعاون کا وعدہ کیا ۔۔ اور پھر اُن کی روحوں کو سکون پہنچانے کے لئے میں اس سے عمدہ کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ کہ اُن کی کافی زہر آلود کر دوں ۔۔!" شوماکے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہی آتا کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں' اُسے گمان بھی نہ تھا کہ خزانے کے نام کے ساتھ ہی غداریاں شروع ہو جائیں گی۔ ابھی تو صحیح معلومات بھی نہ مل سکی تھیں اور جب خزانے کا سامنا ہوگا تو ۔۔۔ !تو کیا شوماکے بھی غدار نہ ہو جائے گا۔ اعتماد دنیا کی سب سے فضول شئے ہے۔ پہلے داؤ لگاؤ تاکہ دوسرے کو وار کرنے کا موقع نہ مل سکے ۔۔! تب اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "شاباش شوماکے ۔۔ تم نے خوب کیا۔ میں تمہاری وفاداری پر بہت خوش ہوں ۔۔ اور اب خوشخبری سنو کہ میں جس کام کے لئے جیل گیا تھا وہ بخیر و خوبی انجام پا گیا ہے۔"

"میری طرف سے مبارکباد قبول کرو باس ۔۔ اور مجھے بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔؟"

"سب سے پہلے تم مجھے عمدہ کافی پلاؤ۔ اِس کے بعد گفتگو کریں گے!" ہی آتا نے کہا۔

"او کے باس۔" شوماکے مسکراتا ہوا اُٹھ گیا۔ اور جوں ہی وہ باہر گیا۔ ہی آتا بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اُس نے بائیں جانب بنی ہوئی الماری کھولی اور اُس میں بے رنگ سیال کی وہ چھوٹی شیشی تلاش کرنے لگا' جس کی مقدار یقیناً کم ہو گئی ہوگی ۔۔ اور بلاشبہ شیشی کی گردن خالی ہو گئی تھی۔ اُس نے شیشی مٹھی میں دبائی ۔۔ اور آرام سے کرسی پر آ بیٹھا۔!

تقریباً پانچ منٹ کے بعد شوماکے کافی کی دو پیالیاں ٹرے میں سجائے اندر داخل ہو گیا ۔ اور اس نے دونوں پیالیاں آمنے سامنے رکھ دیں۔

"اوہ۔ شوماکے ۔۔ میں بھوکا ہوں۔ تم نے اس کا خیال نہیں رکھا۔!"

"سوری باس ۔۔ میں ابھی آیا۔" شوماکے نے واپس ہوتے ہوئے کہا اور ایکبار پھر وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ اور اسی لمحے ہی آتا نے جیب سے شیشی نکال کر بے رنگ سیال کے چند قطرے شوماکے کی کافی میں حل کر دیئے۔ شیشی بند کر کے اُس نے جیب میں ڈال لی اور پھر اس انداز میں کرسی کی پشت سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں' جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو۔!

چند لمحات میں شوماکے واپس آ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی' جس میں عمدہ بسکٹ اور تھوڑے سے نمکین کاجو رکھے ہوئے تھے۔ اُس نے پلیٹ ہی آتا کے سامنے رکھ دی اور ہی آتا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اُس نے کریم بسکٹ اٹھا کر اس کا ایک کونہ دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔

"بالآخر میں بحری قزاق کا راز اس کے سینے سے نکلوانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس کے لئے مجھے خاصی کوشش کرنی پڑی۔ اور ہمارا خیال درست ہی تھا شوماکے ۔ اس کی لڑکی خزانے کا پتہ جانتی ہے۔"

"خوب۔ تب تو اگر اُن دونوں کی کوشش کامیاب ہو جاتی' تو وہ فائدے میں رہتے۔!" شوماکے نے کافی کا ایک لمبا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔ وہ اپنے باپ کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ نہیں بتاتی!"

"اوہ ۔!" شوماکے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"اور اس کے باپ کی اجازت میری انگلی میں ہے۔ یہ دیکھو۔!"

ہی آتا نے اپنی انگلی سامنے کر دی اور پھر اسے انگوٹھی کے بارے میں تفصیل بتاتا رہا۔ شوماکے کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔ لیکن اِس دوران ہی آتا نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ وہ بے چین نگاہوں سے ہی آتا کی کافی کی پیالی کی طرف دیکھ رہا ہے جس میں سے ابھی تک ہی آتا نے ایک گھونٹ بھی نہیں لیا تھا۔ البتہ وہ سوچ رہا تھا کہ زہر کی شیشی کی خالی گردن کا اُس نے مناسب اندازہ نہیں لگایا تھا۔ اس کا خالی حصہ دو آدمیوں کے لئے نہیں بلکہ تین آدمیوں کے استعمال میں آ چکا ہے۔ ممکن ہے آخری آدمی کے لئے شوماکے نے اسے کچن میں محفوظ کر دیا ہو ۔۔ اور وہ آخری آدمی ہی آتا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔؟

لیکن ہی آتا بہت بھوکا تھا۔ ابھی اسے بسکٹ کھانے سے ہی' فرصت نہیں تھی کہ وہ کافی کی طرف متوجہ ہوتا۔ جبکہ شوماکے کی کافی کی پیالی ختم ہو چکی تھی ۔۔ اور وہ سینے میں کسی قدر گرانی محسوس کرنے لگا تھا۔!

"چنانچہ میرے دوست میرے وفادار شوماکے ۔ اب میرا خیال ہے کہ میں آشویا سے ملاقات کروں' اور اسے اس کے باپ کی نشانی دکھا کر اپنی تحویل میں لے لوں ۔ اور پھر اسی پروگرام پر عمل کروں جس پر میرے غدار ساتھی سوچ رہے تھے ۔۔ !لیکن مجھے افسوس ہے میرے پیارے دوست' کہ میں تمہیں شی بیا کے جنگلات کے تاریک کنویں تک نہیں لے جاؤں گا' کیونکہ میں

فضول وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا ہی آنا۔۔!" شوباکے چونک کر بولا۔

"عزیز دوست۔۔ بے شک تم میرے مخلص ہو۔ تم نے اُن دونوں غداروں کو ختم کر دیا کیونکہ وہ میرا انتظار نہیں کر سکتے تھے حالانکہ تم نے انھیں احساس دلا دیا تھا کہ اگر وہ نکل گئے تو میں جیل سے نکلنے کے بعد قبر تک اُن کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا کیونکہ میں ایک ضدی انسان ہوں۔ اور اس بات سے تمہارے علاوہ کون واقف ہوگا۔ لیکن میں تمہاری فراست کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکوں گا۔ تم نے اُن سے بہتر انداز میں سوچا۔ تم نے سوچا کہ میرے خطرے کو برقرار نہ رہنا چاہیئے۔ اس لئے ان دونوں کو ٹھکانے لگا کر میری واپسی کا انتظار کیا جائے سو ایسا ہی ہوگیا۔ اس سے تمہیں دوہرا فائدہ ہوا۔ اوّل تو یہ کہ تمہیں جیل سے حاصل شدہ معلومات کا بھی پتہ چل گیا۔ دوئم یہ کہ میرا خطرہ بھی برقرار نہ رہا۔ بلاشبہ تم فاسٹ کلیر ہو۔ ایک تیز رفتار قاتل۔ تم نے میرا قصہ بھی فوری طور پر چکانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن تمہیں اس بات کا احساس بھی ہونا چاہیئے میرے دوست۔ کہ مجھے بھی فوری اقدام بہت پسند ہے اور بہر حال خود میں نے ہی تمہیں اس کی تربیت دی ہے۔ اور استاد، استاد ہی ہوتا ہے۔ کیا خیال ہے۔؟" ہی آنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں۔۔ میں نہیں سمجھا ہی آنا۔۔؟" شوباکے نے اپنا سینہ مسلتے ہوئے بے چینی سے کہا۔

"حالانکہ تم خوب سمجھتے ہو۔ اگر میں یہ کافی بلّی کو پلاؤں۔ تو کیا وہ تھوڑی دیر تک تڑپ تڑپ کر جان نہیں دے دے گی۔ لیکن میں ایک بات کا اعتراف ضرور کروں گا۔ میں نے تمہارے اس قدر جلد اقدام کا اندازہ نہیں کیا تھا تم نے بہت پھرتی سے، اور بہت خوب سوچا۔" ہی آنا نے تعریفی انداز میں کہا۔

"تم۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو ہی آنا۔؟" شوباکے کا چہرہ زرد ہوگیا۔ اس کے پورے بدن سے پسینہ چھوٹنے لگا تھا۔

"میں نے تم سے بھی زیادہ تیز اقدام کیا ہے۔ مخصوص زہر کی شیشی اس قدر خالی تھی کہ دو کے بجائے تین آدمیوں کی ہلاکت کے کام آجائے۔ لیکن اب اس میں سے چوتھی خوراک بھی نکل چکی ہے۔ تیسری خوراک کافی کی اس پیالی میں جوں کی توں موجود ہے، لیکن چوتھی خوراک تمہارے معدے میں منتقل ہو چکی ہے۔ تو یہ ہے زہر کی شیشی کی کہانی۔۔ اور میرے دوست۔۔ اب میں وقت ضائع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، چنانچہ تم جلدی سے مر جاؤ۔ تاکہ میں تمہاری لاش کو اس تہہ خانے میں ڈال دوں جو عرصے سے ناکارہ پڑا ہے اور آج تک ہمارے کسی کام نہیں آیا۔ کیا تم میری درخواست پر غور کرو گے۔۔؟" ہی آنا نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ اور شوباکے درحقیقت اس کی درخواست پر غور کرنے لگا تھا۔ اس نے گردن جھکالی تھی، اس انداز میں جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو۔ اور پھر اس کا جسم ایک طرف ڈھلک گیا۔!

ہی آنا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

❦ ❦

کارٹر راکن، دوسرا شخص تھا جو یاتان ماسی کی پُراسرار کہانی سے بے حد متاثر ہوا تھا۔ وہ بھی جرائم پیشہ افراد کے ایک گروہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس گروہ کا سربراہ تھا۔ درحقیقت یاتان ماسی کے بارے میں اس انداز میں وہی لوگ سوچ سکتے تھے، جو خود اُسی کے ہم پیشہ ہوں۔ یا اُس کی سی ذہنیت رکھتے ہوں۔ ممکن ہے کچھ دوسرے مہم جو حضرات نے بھی اس کہانی کو پڑھ پڑھ کر اسی انداز میں سوچا ہو۔ لیکن مہم جوئی دوسری چیز ہے اور کسی لڑکی کو اغوا کرکے اس سے خزانے کے بارے میں معلوم کرنا، دوسری بات۔!

لیکن کارٹر راکن جیسے لوگوں کے لئے یہ بات معیوب نہیں تھی، چنانچہ ناجائز منشیات کے اس خطرناک اسمگلر نے چار خطرناک اسمگلروں کے ساتھ جاپان کا سفر کیا تھا اور اب وہ یاتان ماسی کی لڑکی آشوبا کے چکر میں تھا۔ ذہانت میں وہ بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور اس کی کارکردگی بھی خوب تھی۔ چنانچہ صرف تین روز کے قیام کے دوران اُس نے آشوبا کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرلیں اور چوتھے روز وہ مہاتما بدھ کی تعلیمات سے متاثر غیر ملکی کی حیثیت سے پگوڈے میں داخل ہوگیا۔ اُس نے بدھ مت سے ایسی عقیدت کا اظہار کیا کہ کئی سیدھے سادھے بھکشو اُس سے متاثر ہوگئے، چنانچہ پگوڈے میں داخل ہو کر آشوبا کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے میں اُسے کوئی دقت نہ ہوئی۔ وہ اپنا کام بخوبی انجام دے رہا تھا۔ اُس نے یاتان ماسی جیسے مہان بھکشو سے بھی عقیدت کا اظہار کیا تھا۔ اور اسی بہانے وہ آشوبا سے بھی ملا۔ اُس نے پہلی ہی نگاہ میں اس سیدھی سادھی لڑکی کو تاڑ لیا، کہ اسے شیشے میں اتارنا مشکل کام نہیں ہے۔

بہر حال یہاں سے نکلنے کے لئے انتظامات بھی ضروری تھے چنانچہ اس کے دوست ایسے انتظامات کر رہے تھے کہ آشوبا کو جاپان سے نکالنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اور انھیں ایسے کئی افراد مل گئے تھے، جو اُن کے کام آسکتے تھے۔ پانچویں رات راکن نے پگوڈے کے اندر ہی گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس رات وہ آشوبا سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ مہاتما بدھ کے چرنوں میں سر جھکائے اسے بہت دیر گزر گئی تھی۔ بھکشو سونے چلے گئے تھے اور جب ایک بھی فرد باقی نہ رہا۔ تو وہ آہستہ سے اُٹھا۔ اور آشوبا کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔

اس کے خیال میں آشوبا گہری نیند سو رہی ہوگی، اور اس وقت اسے جگا کر اس سے گفتگو کرنا کافی خطرناک تھا۔ تاہم وہ ہر کام کرنے کی ہمت رکھتا تھا اور اس سلسلے میں ایک عمدہ پروگرام بنا چکا تھا۔ لیکن آشوبا کی قیام گاہ کے کھلے ہوئے دروازے اور اندر کی تیز روشنی دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

اندر سے گفتگو کرنے کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ وہ ٹھٹھک گیا۔ اُس کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا تھا۔ تو آشوبا، اس قدر معصوم نہیں ہے جس قدر وہ سمجھ رہا تھا۔ ممکن ہے اس کا کوئی عاشق۔۔! لیکن اگر ایسی

بات ہے تو بڑی دقت پیش آئے گی۔ اس نے اندر ہونے والی گفتگو سننے کی کوشش کی۔ مقامی زبان تھی، لیکن کارٹر اکن دنیا کی بہت سی زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔!

"میرے باپ نے تمہیں اپنی نشانی دی ہے ہی آتا۔ میں کیسے انکار کرسکتی ہوں۔ لیکن تمہارا رویہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم غیر قانونی طور پر باہر کیوں چلیں گے۔؟" یہ آشویا کی آواز تھی۔

"تم نہیں جانتیں آشویا۔ میری یاتان ماسی سے گفتگو ہوچکی ہے، قانونی طور پر تم اس ملک سے نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ تم بہرحال ایک خطرناک آدمی کی بیٹی ہو، پولیس تمہاری نگرانی بھی کررہی ہے۔"

"لیکن میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہی آتا۔؟"

"پولیس یہ نہیں جانتی۔ ابھی وہ یاتان ماسی میں الجھی ہوئی ہے۔ اگر اس سے کچھ نہیں معلوم ہوسکا، تو وہ خزانے کے بارے میں تم سے معلومات حاصل کرے گی اور تم الجھن میں پھنس جاؤ گی۔"

"خزانہ۔!" آشویا نے دوہرایا۔ اور اچانک اس کے ذہن کے کچھ خانوں میں ایک گونج ابھری۔ یہ یاتان ماسی کا علم تھا، جو اس کے ذہن میں پیوست ہوگیا تھا۔ اور اس لفظ کے ساتھ ہی ان احکامات کا عمل شروع ہوجاتا تھا، جو اس کے ذہن کے پوشیدہ حصوں میں دفن کردیئے گئے تھے۔ "ہاں۔ میں اس خزانے کے بارے میں جانتی ہوں۔ مجھے اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔" اور ہی آتا کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"کیا وہ اسی ملک کے کسی حصے میں دفن ہے۔؟"

"نہیں۔ ہمیں اس کے حصول کے لئے جنوبی امریکہ کے پُراسرار خطّے کا سفر کرنا ہوگا۔ میرے ذہن میں اس کا ایک ایک نقش محفوظ ہے۔" آشویا نے بتایا

"شکریہ آشویا۔ تم دیکھوگی۔ میں تمہارے باپو کا حق کس طرح پورا کرتا ہوں۔ ہم خزانہ حاصل کرلیں گے، اور پھر میں تمہارے لئے ایک بہتر مستقبل فراہم کردوں گا۔ میں نے یہ ذمہ داری قبول کرلی ہے۔"

"ہمیں کب چلنا ہوگا۔؟"

"کل رات۔ میں آؤں گا۔ تمہیں تیار رہنا ہوگا۔ ہم میکائے کے ساحل پر چلیں گے۔ جہاں ہمیں لانچ تیار ملے گی اور پھر ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"میں تیار رہوں گی۔!"

"تب میں چلتا ہوں۔ مجھے اجازت دو۔!" دوسری آواز نے کہا۔ کارٹر کی کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مار رہا تھا۔ پوری سازش اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ اور یہ انوکھی بات نہیں تھی۔ کوئی بھی ذہین انسان اسی انداز میں سوچ سکتا تھا۔ جس انداز میں خود کارٹر نے سوچا تھا۔ گویا جو کوئی بھی تھا آشویا پر جال ڈال چکا تھا۔ کسی بھی طور پر، کسی بھی انداز میں۔ اب کام کا رُخ بدل چکا تھا۔ اب معاملہ دو ایسے آدمیوں کے درمیان آگیا تھا، جو یقینی طور پر جرائم پیشہ تھے، اور خزانہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے جو کوئی ذہین ہو۔ جو بھی ہاتھ مار جائے۔

وہ ایک ایسی جگہ پوشیدہ ہوگیا جہاں سے وہ آشویا کے کمرے سے باہر نکلنے والے کو دیکھ سکے۔ اور اس نے اسے دیکھا۔ درمیانے قد کا ایک جاپانی تھا۔ دوسرے جاپانیوں کی مانند۔ بظاہر عام سا آدمی۔ لیکن اندر سے کیا ہو۔ یہ تو آزمانے کے بعد ہی معلوم ہوسکے گا۔!

وہ خود بھی باہر نکل آیا۔ اور اس نے نہایت ہوشیاری سے اس شخص کا تعاقب شروع کردیا۔ اور یہ بھی انتہائی دلچسپ بات تھی، کہ وہ شخص بھی اسی ہوٹل میں داخل ہوا تھا، جس کے ایک کمرے میں خود کارٹر اکن مقیم تھا۔ اور دوسرے کمروں میں اس کے ساتھی۔!

اس نے نہایت کامیاب تعاقب کیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اسکے کمرے کا نمبر بھی معلوم کرلیا، اور پھر وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ رات خاصی گزر چکی تھی لیکن اس نے اسی وقت اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے کمرے میں میٹنگ ہورہی تھی۔

"حالات ایک دلچسپ رخ اختیار کرگئے ہیں۔ کوئی اور بھی ہے جس نے بالکل ہمارے انداز میں سوچا ہے۔ لیکن وہ ہم پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ وہ یاتان ماسی کی لڑکی کو شیشے میں اتار چکا ہے اور کل رات وہ اسے لے کر یہاں سے فرار ہورہا ہے۔"

"اوہ۔ وہ کون ہے مسٹر اکن۔؟"

"ہی آتا۔ لڑکی نے اس کا یہی نام لیا تھا، اور بہرحال وہ اس کا ہموطن ہے۔ اس کے پاس لڑکی کے باپ کا کوئی نشان ہے جس کے ذریعے اس نے لڑکی کو شیشے میں اتارا ہے۔ اور یہ بات طے ہوچکی ہے کہ لڑکی خزانے کے راز سے واقف ہے۔ بذاتِ خود وہ کیا ہے۔ اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔ کل رات وہ میکائے کے ساحل سے ایک لانچ کے ذریعے فرار ہورہا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ قانون کی نگاہوں سے بچنا چاہتا ہے۔"

"ہوں۔ تب تو میرا خیال ہے کہ اس کوشش سے قانون کو آگاہ کردیا جائے۔ تاکہ وہ گرفتار ہوجائے۔" اکن کے ایک ساتھی نے کہا۔

"بے وقوفی کا مشورہ ہے۔ اس سے ہمارا کام بھی رُک جائیگا، اور لڑکی پولیس کی تحویل میں چلی جائے گی۔"

"اوہ۔!" اکن کے ساتھی کو اپنی احمقانہ بات کا احساس ہوگیا۔

"بہتر یہی ہے کہ اسے جاپان سے نکل جانے دو۔ تاکہ اس کی قوت ختم ہوجائے۔ ہم دوسرے ملکوں میں بھی اپنا کام کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے وسائل بہرحال اس سے زیادہ ہیں۔"

"مناسب خیال ہے مسٹر اکن۔" باقی ساتھیوں نے تائید کی۔

"کل میکائے کے ساحل پر۔ ہماری لانچ بھی ہونی چاہیئے۔ ہم اس کا کامیاب تعاقب کریں گے۔ یوں سمجھ لو۔ اگر وہ ایک بار ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ تو پھر زندگی بھر ہاتھ نہ آسکے گا، ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں کا رُخ کریں گے۔ ممکن ہے وہ جاپان سے باہر ہی نہ جائیں۔ ایسی صورت میں ہمارے کام میں مشکلات پیش آئیں گی۔ لیکن۔

بہرحال ہم دوسرے ذرائع سے نپٹنے کی کوشش کریں گے۔"

"جو حکم مسٹر راکن۔ لیکن وہ شخص کہاں ہے۔؟"

"اسی ہوٹل کی دوسری منزل پر روم نمبر ایک سو بارہ میں۔!" کارٹر نے جواب دیا اور اس کے ساتھی گہری گہری سانسیں لینے لگے۔!

ہی آتا کامیابی کی منازل طے کرتا جا رہا تھا۔ اس کا ہر قدم کامیابی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے گمان بھی نہیں تھا کہ آشویا اس حد تک اس سے تعاون کرے گی لیکن آشویا تو جیسے اس کی منتظر تھی۔ ہی آتا اس سے ملا۔ ظاہر ہے وہ اس کے لئے اجنبی تھا۔ لیکن لکڑی کی بے ہنگم انگوٹھی نے ساری اجنبیت دور کر دی۔!

اور اب وہ سفر کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ آج اس نے آخری کام انجام دیئے۔ اور بے چینی سے رات کا انتظار کرنے لگا، اس کی خوشیوں کی انتہا نہ تھی۔ سونے کی کان اس کے ہاتھ آ رہی تھی اور بہت جلد وہ بلا شرکت غیرے اس عظیم خزانے کا مالک ہوگا، جو یاتان ماسی نے نہ جانے کتنوں کو ذبح کر کے حاصل کیا ہوگا۔! چالاک قزاق نے نہ جانے کس طرح وہ خزانہ اس دور دراز علاقے میں منتقل کیا ہوگا۔؟

بمشکل تمام رات ہوئی اور وہ آشویا کی طرف چل پڑا۔ پگوڈا کے خفیہ راستے سے وہ اندر داخل ہو گیا۔ آشویا اس کی منتظر تھی۔ اسے دیکھ کر وہ معصومیت سے مسکرائی۔

"میں تو تیار ہوں ہی آتا۔!"

"بس تو ہمیں سنہری منزل کی طرف روانگی میں دیر نہ کرنی چاہیئے۔!" ہی آتا نے جواب دیا۔

"کیا میں آخری بار بھی اپنے باپو کو نہ دیکھ سکوں گی۔؟"

"ان سے ملاقات کسی طور ممکن نہیں ہے۔ اور پھر ہمارا فرض ہے کہ انہیں نجات کے راستے پر جانے سے نہ روکیں۔ یہاں سے نکل چلو آشویا۔ اور انہیں اپنا کام کرنے دو۔!" ہی آتا نے کہا۔ اور آشویا نے گردن جھکا دی تب ہی آتا۔ اس کے مختصر سے سامان کے ساتھ اسے اپنی پرانی کار تک لے آیا۔ اور پھر اس کی کار میکائیے کے ساحل کا راستہ طے کرنے لگی، جو شہر سے دور، اسمگلروں کا ساحل گردانا جاتا تھا۔!

اس بات سے بے خبر کہ ایک اور کار بڑی خاموشی سے اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ وہ میکائیے کے ساحل پر پہنچ گیا۔ جہاں بھاری رقم کے عوض حاصل کی ہوئی لانچ کا عملہ اس کا منتظر تھا۔ چار آدمیوں نے ان کا استقبال کیا اور ان کا سامان اپنی تحویل میں لے کر لانچ کی طرف چل پڑے۔ ہی آتا نے اپنی کار بھی ان میں سے ایک کو بخش دی تھی اور یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی۔!

تھوڑی دیر کے بعد لانچ ساحل سے دور ہو گئی۔ اور جب اس کی عقبی روشنی بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ تو پانچ پُراسرار آدمی اسی ساحل پر پُراسرار کاروبار کرنے والے دوسرے گروہ کے پاس پہنچ گئے۔

"وہ روانہ ہو چکے ہیں۔" ایک جاپانی نے انہیں اطلاع دی۔

"ٹھیک۔ اور اب ہمیں بھی روانہ ہو جانا چاہیئے۔!" زبان جاپانی تھی، لیکن لہجہ غیر ملکی۔! اور سمندر میں دوسری لانچ بھی خاموشی سے سفر کرنے لگی۔

"فطرت ہمارے لئے آسانیاں فراہم کر رہی ہے۔ کیا تم نے لڑکی سے اس کا برتاؤ دیکھا۔؟" راکن نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"ہاں۔ وہ خود کو اجنبی ظاہر کر رہے ہیں۔"

"اور یہ عمدہ بات ہے۔ اور میرے پروگرام میں میری معاون ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ لندن ایئرپورٹ پر ہمارے ساتھی اپنا کام بخوبی انجام دیں۔"

"جولیس سے جو کچھ کہا گیا ہے، وہ اسے انجام دینے کی عمدہ صلاحیت رکھتا ہے۔ کسٹم ہاؤس میں اس کی دور تک پہنچ ہے۔ میں نے بیروت ایئرپورٹ سے ٹرنک کال کے ذریعے اسے سوٹ کیس کا ایک اور ڈیزائن سمجھا دیا ہے۔ مجھے یقین ہے ہمیں کوئی دقت نہ ہوگی۔"

"ہماری کامیابی کا دارومدار اسی پر ہے۔ اس کے ساتھ ہی فوری طور پر لڑکی سے بھی رابطہ قائم کرنا پڑے گا، بہرحال، اگر ہم بخوبی اپنا کام انجام دے سکے تو یہ کارنامہ دوسرے کارناموں میں سرفہرست ہوگا۔!" راکن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً مسٹر راکن۔!" دوسرے ساتھی نے جواب دیا۔ اور وہ قریب آتی ہوئی ایئرہوسٹس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ راکن کو اس شخص کی صلاحیتوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ جاپانی شخص نہایت کامیابی سے جاپان کے ایک دوسرے شہر سے سوار ہوا تھا۔ اس نے سفر کے لئے ٹیڑھے راستے اختیار کئے تھے۔ مثلاً وہ پہلے سنگاپور آیا تھا، پھر دہلی گیا تھا، اس کے بعد کراچی، اور پھر وہاں سے بیروت ہوتا ہوا لندن کے لئے چل پڑا تھا۔ حالانکہ دوسرے سیدھے راستے بھی اختیار کئے جا سکتے تھے۔ لیکن نہ جانے کس خیال کے تحت اس نے ان راستوں کا انتخاب کیا تھا۔! راکن کے وسائل بھی محدود نہیں تھے، اس نے ہر جگہ اس کا کامیاب تعاقب کیا تھا اور ضروری دشواریوں پر قابو پاتا چلا گیا تھا۔ پھر اس نے ایک عمدہ پروگرام بنایا، اور طیارے کے بیروت کے طویل قیام کے دوران اپنے ساتھی کی مدد سے اس نے لندن میں اپنے گروہ کے آدمیوں کو ایک خصوصی پیغام پہنچایا تھا۔ اگر اس کے ساتھی اپنا کام بخوبی انجام دے لیتے تو شاید۔ لندن میں آشویا بآسانی راکن کے ہاتھ لگ سکتی تھی۔!

طیارہ فضا کی وسعتیں ناپتا رہا اور سفر کی آخری منزل بھی نزدیک آ گئی۔ لندن کی کہر ملی فضا میں طیارہ ایئرپورٹ پر اتر گیا۔ مسافروں نے سکون کی سانسیں لیں۔ لیکن کون جانے کتنی سانسیں سکون کی تھیں اور کتنی خود کو سہارا دینے کے لئے۔ مسافر لاؤنج میں پہنچ گئے اور چند ساعت کے بعد ان کا رخ کسٹم ہاؤس کی عمارت کی طرف ہو گیا۔ ان کا سامان کسٹم ہاؤس کی عمارت میں پہنچ گیا تھا۔

کارٹر راکن اور اس کے ساتھی بھی کسٹم کی عمارت میں داخل ہو گئے اور

مسٹر ڈی ہاک جو ایک جغادری اور سخت قسم کا کسٹم آفیسر تھا کے ساتھ جولیس کو دوستانہ انداز میں کھڑے دیکھ کر اُن کی باچھیں کھل گئیں۔ گویا جولیس مستعد تھا وہ جان بوجھ کر مسافروں کی صف میں سب سے پیچھے آگئے تاکہ دیر تک وہاں رکیں اور پورے ڈرامے کا جائزہ لیں۔ ہی آتا کے سوٹ کیس کو وہ بخوبی پہچانتے تھے، اور ان کی نگاہ اُس پر لگی ہوئی تھی۔ تب انھوں نے ایک بوڑھے کسٹم کے سپاہی کو دیکھا جو ایک کاؤنٹر کے عقب سے نکلا تھا۔ سیاہ سوٹ کیس کی صرف ایک جھلک نظر آئی اور پھر کچھ گڑبڑ ہوئی۔ خود راکن اور اس کے ساتھی بھی اس صفائی پر حیران رہ گئے تھے۔ دوسرے کسی مسافر کے وہم و گمان میں نہ آسکا ہوگا کہ کس عمدگی سے سوٹ کیس بدل گئے اور سرمو فرق بھی نہیں تھا۔ بلاشبہ یہ عمدہ کارکردگی کی اعلیٰ مثال تھی۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہو کہ سوٹ کیس کی چابی بھی ہی آتا کے پاس نکلے اور۔۔ وہ محسوس بھی نہ کرسکے کہ کب اس کی جیب میں چابیاں بدل گئیں۔!

کسٹم آفیسر اب ہی آتا کا سوٹ کیس کھول رہا تھا۔ اُس نے سوٹ کیس کھولا۔ اور اس میں رکھی چیزوں کا بغور جائزہ لینے لگا، چند چیزیں اُس نے اُلٹ پلٹ کر بھی دیکھیں، اور پھر اچانک اُس کے چہرے پر تناؤ پیدا ہوگیا۔!

"مسٹر۔ ہی۔ آ۔ تا۔؟" اس نے ہی آتا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یس پلیز۔؟"

"یہ سوٹ کیس آپ کا ہے۔؟"

"ہاں!"

"تب براہ کرم آپ میرے ساتھ آیئے۔!" کسٹم آفیسر نے اشارہ کیا دو سپاہی آگے بڑھے اور انھوں نے پھرتی سے ہی آتا کی تلاشی لے ڈالی کہ اس کے پاس کوئی آتشیں ہتھیار تو نہیں ہے۔ ہی آتا حیرانی کی وجہ سے کچھ بول بھی نہ سکا تھا۔ اُس نے اجنبیت برقرار رکھنے کے لئے آشویا کو کسی قدر پیچھے رہنے دیا تھا۔ لیکن اِس وقت اُس کی بلاوجہ کی احتیاط خود اُسی کے لئے نقصان دہ ہوئی تاہم اُس نے کچھ سمجھانے والی نگاہوں سے آشویا کی طرف دیکھا۔ نہ جانے آشویا کچھ سمجھی یا نہیں۔؟

کسٹم آفیسر ہی آتا کو لے کر ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوگیا تھا اور جولیس کامیابی سے مسکرا رہا تھا۔ راکن اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے اُس نے کہا۔

"اُس کے سوٹ کیس میں حشیش کی بڑی مقدار موجود ہے، اور آپ بےفکر رہیں مسٹر راکن۔ اس کی گلو خلاصی کسی طور ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اسی سوٹ کیس میں کچھ ایسے کاغذات بھی موجود ہیں جو کسی باقاعدہ گروہ کی نشاندہی کرتے ہیں جو کہ جاپان اور انگلینڈ کے درمیان بڑے پیمانے پر حشیش کی ناجائز تجارت کر رہا ہے۔ چنانچہ اب ہمارے کسٹم حکام اتنے معصوم بھی نہیں ہیں کہ اس سے اُس کے پورے گروہ کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر اُسے چھوڑ دیں۔ ممکن ہے وہ اُسے جاپان تک لے جائیں۔"

"ویری گڈ جولیس۔ تمہاری اس شاندار کارکردگی کی بھرپور مبارکباد اس وقت نہ دے سکوں گا۔ کیونکہ مجھے ایک اور کام بھی کرنا ہے۔!" راکن نے مسکراتے ہوئے اُس کی پشت تھپکی۔ اور تیزی سے آشویا کی طرف بڑھ گیا۔ جو اپنا ہینڈ بیگ سنبھالے لڑکھڑاتے قدموں سے ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل رہی تھی۔۔ بےسہارا لڑکی دُنیا کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ اور اس کا ساتھی نہ جانے کیوں۔ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ معصوم ہرنی کی مانند۔!

"آشویا۔!" راکن اُس کے قریب پہنچ کر محبت بھرے لہجے میں بولا اور اپنا نام سُن کر وہ پلٹ کر اُسے دیکھنے لگی۔ "آؤ آشویا۔ ہی آتا ایک ضروری کام میں مصروف ہوگیا ہے۔ وہ ابھی نہیں آئے گا۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔!"

راکن کا خیال تھا کہ لڑکی اُس سے بازپرس کرے گی۔ ہی آتا کے بارے میں پوچھے گی، لیکن اُس نے کچھ بھی نہ کہا۔ اس کے چہرے پر کسی قدر سکون نظر آنے لگا تھا۔ اور پھر وہ خاموشی کے ساتھ ان لوگوں کے ہمراہ چل پڑی۔ راکن بہت مسرور نظر آرہا تھا۔ بالآخر اُس کی محنت بارآور ہوگئی تھی۔ وہ آشویا کو لئے ہوئے اپنے خوبصورت مکان پر پہنچ گیا۔

اور پھر اُس نے آشویا کی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ اُٹھا رکھی۔ آشویا نے اس دوران ایکبار بھی ہی آتا کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ اور راکن پہلے اس لڑکی کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اس کے بعد اپنا کام شروع کرے، اب تک اُس نے کچھ اُلجھے اُلجھے سے اندازے لگائے تھے۔ مثلاً یہ کہ لڑکی یا تو بےحد معصوم ہے۔ دنیا کے مکر و فریب سے ناآشنا۔ ماحول کی ضرورتوں سے بےخبر، حسن و عشق کی حقیقتوں سے بےبہرہ، جنس کی طلب سے مبّرا۔ یا پھر بےاندازہ چالاک ہے۔ آہنی اعصاب کی مالک، بےپناہ گہری فطرت رکھنے والی وہ اوپر سے بالکل پُرسکون نظر آتی تھی، اس کے خدوخال سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانا بےحد مشکل کام تھا۔!

بہرحال۔ چند روز کی کوششوں کے بعد وہ لڑکی کو سمجھنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔ وہ اُسے لندن کے گلی کوچوں، تفریحی پارکوں اور دوسرے علاقوں کی [illegible] تھا۔ اُس نے آشویا کے لئے بہت سی چیزیں خریدی تھیں، انھیں دیکھ کر [illegible] اس کے چہرے پر معصوم سی حیرت پھیل جاتی۔۔ اور بس۔ کوئی خ[illegible] تاثر اُس نے آج تک نہیں قبول کیا تھا۔

تب ایک شام راکن نے اُسے ٹٹولا۔ "آشویا۔ یہاں تمہیں کوئی۔۔ تکلیف تو نہیں ہے۔؟" اُس نے خشک پھلوں کی پلیٹ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بالکل نہیں مسٹر راکن۔"

"تم پریشان ضرور ہوگی آشویا کہ تم جس کام کے لئے نکلی تھیں۔ وہ ادھورا رہ گیا؟"

"ہاں۔ میں پریشان ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے آشوبا ۔ ہی آنا کے ساتھ ایک حادثہ پیش آ گیا اور اب شاید وہ ایک طویل عرصے تک تم سے ملاقات نہ کر سکے ۔"

"اوہ ۔ مجھے افسوس ہے ۔ وہ میرا ہمدرد تھا' میرے کام آنا چاہتا تھا ۔ اور پھر میرے باپو نے اُسے اپنا نشان دے کر میرے پاس بھیجا تھا ۔"

"آشوبا ۔ کیا تم میرے اوپر بھروسہ کر سکتی ہو ۔ کیا تم مجھے اپنا ہمدرد سمجھ سکتی ہو ۔؟" راکن نے کہا۔

"آپ ۔ بہت اچھے انسان ہیں راکن ۔ آپ میرا بہت خیال رکھتے ہیں ۔" اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں بھی تو تمہارے کام آ سکتا ہوں آشوبا ۔ میں ہی آنا سے بڑا ہمدرد ثابت ہو سکتا ہوں ۔ مجھے بتاؤ آشوبا ۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"اوہ ۔ کیا واقعی ۔؟ کیا آپ میرے لئے ایک طویل سفر کر سکتے ہیں مسٹر راکن ۔ ؟"

"کیوں نہیں ۔ میں تمہارے لئے دنیا کے آخری سرے تک جا سکتا ہوں ۔" راکن نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"تب سُنیئے مسٹر راکن ۔ میرے باپو نے میرے لئے ایک بہت بڑا خزانہ پوشیدہ کر دیا ہے ۔ یہ خزانہ جنوبی امریکہ کے پہاڑوں میں ایک مقام پر پوشیدہ ہے میں اُسے حاصل کرنا چاہتی ہوں تاکہ میری بقیہ زندگی سکون سے گزر سکے ۔!"

راکن کی سانس پھولنے لگی ۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کامیابی اِس قدر جلد ممکن ہے ۔ صرف چند الفاظ کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں ۔ اُسے اتنا وقت ضائع کرنے پر افسوس ہوا ۔ تاہم اُس نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہیں میری مدد سے وہ خزانہ مل جائے' تو اس سے زیادہ میری خوش نصیبی کیا ہو گی ۔ میں تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں آشوبا' لیکن میری بدقسمتی ہے ۔ مجھے اس خزانے تک پہنچنے کے راستے کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے ۔"

"میں جانتی ہوں ۔ میں تمہیں وہاں تک کا نقشہ سمجھا سکتی ہوں' کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے ۔؟"

"میں کہہ چکا ہوں آشوبا ۔ میں تمہارے لئے زندگی بھی دے سکتا ہوں ۔"

"تم بہت نیک انسان ہو ۔ میں تمہیں خزانے تک پہنچنے کا پورا راستہ بتا دوں گی ۔!"

اور راکن نے راستہ معلوم کرنے میں دیر نہ لگائی ۔ ایک بڑے سفید کاغذ پر آشوبا کسی ماہر آرکیٹیکٹ کی طرح لکیریں کھینچنے لگی ۔ اُس نے ان راستوں کے نام لکھے جہاں سے گزر کر وہ خزانے کے نزدیک پہنچ سکتے تھے ۔! راکن کا بدن خوشی سے کپکپا رہا تھا ۔! پورے نقشے کو مکمل طور پر سمجھنے کے بعد اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بآسانی یہاں تک لے جا سکتا ہوں آشوبا ۔ یہ کام تم میرے اوپر چھوڑ دو ۔"

"ممکن ہے اِن راستوں میں کوئی خامی رہ گئی ہو راکن ۔ لیکن میں اپنی آنکھوں سے وہ جگہ دیکھ چکی ہوں ۔ میں اسے دیکھ کر پہچان لوں گی ۔"

"میں تمہیں ساتھ رکھوں گا آشوبا ۔ تم بے فکر رہو ۔" راکن نے کہا۔

اس کے دماغ میں پھلجھڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں ۔ آشوبا بالکل بے وقوف نہیں ہے ۔ اس نے سوچا کہ شاید راکن اسے چھوڑ دے یا شاید وہ اسے ٹھکانے لگا دے اور خود نقشے کے مطابق خزانہ حاصل کر لے ۔

لیکن اس کے دل میں ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں تھی ۔ وہ خود غرض نہیں تھا اور مل بانٹ کر کھانے کا عادی تھا ۔ اگر خزانہ بہت بڑا ہے تو آشوبا کا آدھا حصہ نکال کر اُس کے حوالے کر دے گا' اور اس کے لئے دوسرے انتظامات بھی کر دے گا' بلکہ اگر یہ محبت نا آشنا لڑکی اس کی طرف مائل ہو جائے تو پھر وہ اسے اپنا لے گا' اس کے بعد خزانے کے حصے بخرے ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ۔ اور اگر خزانہ زیادہ نہ ہوا تو پھر وہ اس کے تین حصے کرے گا' ایک حصہ لڑکی کا دوسرا خود اس کا' تیسرا ان ساتھیوں کا جو اس مہم میں اُس کے ساتھ ہوں گے ۔

آشوبا سے ضروری امور پر گفتگو کر کے وہ مطمئن ہو گیا ۔ اُس نے خزانے کا نقشہ آشوبا کے سامنے پھاڑ دیا تاکہ اس کے دل میں بدگمانی نہ پیدا ہو ۔ بہرحال ضروری یادداشتیں تو اُس نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لی تھیں اور اب وہ ان راستوں پر بآسانی سفر کر سکتا تھا ۔ اس کے علاوہ بھی نقشے کا وجود خطرناک تھا' کسی بھی حادثے کے تحت وہ کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ بھی لگ سکتا تھا ۔

بہرحال اس کے بعد وہ سفر کی ضروری تیاریوں میں مصروف ہو گیا ۔ اپنی مہم کے لئے اس نے اپنے چار ساتھیوں کا انتخاب کیا تھا جو اس کے ساتھ جاپان گئے تھے ۔ زیادہ لوگوں کی بھیڑ نقصان دہ بھی ہو سکتی تھی ۔! تیسرے دن اس کے ایک ساتھی نے ایک بہت عمدہ خبر اسے سُنائی ۔ اُس نے بتایا کہ ہی آنا مکمل طور پر دلدل میں غرق ہو گیا' اپنے وطن میں اس نے اپنے ایک ساتھی کی لاش اپنے مکان کے تہہ خانے میں چھپا دی تھی ۔ پولیس نے وہ لاش دستیاب کر لی' اور اب انٹرپول اسے لیکر جاپان گئی ہے ۔ خیال ہے کہ اسی نے اپنے اس ساتھی کو قتل کیا ہے ۔!

"خوب ۔ عمدہ خبر ہے' لیکن اس کے ساتھ ہی تشویشناک بھی' تشویشناک یوں کہ ابھی تک آشوبا کا راز نہیں کھلا ۔ ممکن ہے ہی آنا پولیس کو سب کچھ بتا دے' اور لندن میں آشوبا کی تلاش شروع ہو جائے ۔ چنانچہ مناسب ہو گا کہ فوری طور پر ہم پیرس روانہ ہو جائیں اور وہاں سے فوری تیاریاں کرنے کے بعد نیویارک چل پڑیں ۔ یہ کام جس قدر جلد ہو مناسب ہے ۔"

"اوہ ۔ یقیناً مسٹر راکن ۔ آپ کا خیال درست ہے ۔" اس کے ساتھیوں نے تائید کی اور اس کے بعد راکن نے ان کے سپرد انکے کام کر دیئے ۔!

❦ ❦

نیویارک تک یہ مہم بے حد دلچسپ رہی ۔ حالات راکن کا ساتھ دے

رہے تھے، اس کے لئے تمام آسانیاں فراہم ہوتی جارہی تھیں، اس میں اس کے ان ساتھیوں کا بھی ہاتھ تھا جو مختلف ممالک میں اس گروہ کے ایجنٹ تھے، انھوں نے راکن کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔

راکن نے انھیں اپنے سفر کیلئے مختلف کہانیاں سُنائی تھیں اور کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔ اُس نے اصل بات کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔
اس پورے سفر کے دوران اُسے صرف ایک تکلیف رہی تھی اور وہ یہ تھی کہ آشوبا کا ٹائپ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ جنسی طور پر وہ بہت سرد لڑکی تھی، اس کی معصومیت اب تک برقرار تھی۔ ظاہری حالت میں راکن ایک خوبصورت نوجوان تھا اور اپنی زندگی میں بہت سی عورتوں کا شکار کر چکا تھا۔ وہ عورت کے انداز اور اس کی نگاہ پہچاننے کا ملکہ رکھتا تھا۔ لیکن اس احمق سی مشرقی لڑکی کی پُراسرار آنکھوں کو وہ ابھی تک نہیں پڑھ سکا تھا۔ ان آنکھوں میں ہمیشہ خواب کی سی کیفیت رہتی تھی۔ اور جب اُس سے کوئی بات پوچھی جاتی تو وہ اس طرح چونک پڑتی جیسے سوتے سوتے جاگی ہو۔!

اس کے اندر تسلیم کا مادّہ تھا۔ کسی بات پر اعتراض تو کجا، وہ اس کے بارے میں جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتی تھی۔ خاموش رہتی، اور کسی کام کی ہدایت کی جاتی تو اس انداز میں انجام دیتی جیسے اسی میں اس کی نجات ہو۔ راکن اب اسے مشینی لڑکی کہنے لگا تھا۔

نیویارک میں اس کے دوست کینن ہگ نے جنوبی امریکہ کے سفر کے مکمل انتظامات کر دیئے۔ اُس نے اُسے نقشے بھی فراہم کئے تھے، اور مختلف قصبوں میں اپنے دوستوں کے نام خطوط بھی دیئے تھے جن سے وہ ہر قسم کی مدد حاصل کر سکتا تھا۔ ہی آتا نے اس کام کا بیڑہ تو اٹھالیا تھا اور بلاشبہ وہ ایک ذہین آدمی تھا لیکن اسے یہ آسانیاں فراہم نہیں تھیں اور ممکن ہے ایسے مواقع بھی آتے جب وہ اس خزانے کے حصول سے مایوس ہو جاتا۔!

اس کی بہ نسبت راکن یہ کام بخوبی انجام دے رہا تھا۔ بہرحال وہ نیویارک سے بذریعہ ٹرین چل پڑا۔ اور پھر مختلف شہروں اور قصبوں میں قیام کرتا ہوا اس علاقے میں آپہنچا جہاں سے اُسے جنوبی امریکہ کے ممنوعہ علاقوں کا سفر کرنا تھا۔ عموماً سیاحوں کو ان علاقوں کے سفر سے باز رکھا جاتا تھا۔ بلکہ سرکاری طور پر تو ان علاقوں میں جانے کی اجازت ہی نہیں ملتی تھی۔ ہاں غیر سرکاری طور پر تمام کام ہوتے تھے۔!

اور پھر پورے امریکہ پر حکومت ہی کا اثر تو نہیں تھا۔ کچھ اور بھی تھے جن کی خفیہ حکومتیں تھیں اور وہ اپنے علاقوں میں جو دل چاہتا ہے کرتے ہیں، چنانچہ راکن کا ایسے لوگوں سے بخوبی رابطہ تھا۔ اور چھ افراد کی یہ ٹولی۔ دلکش اور پُراسرار علاقوں کا سفر کرتی ہوئی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔!

یہاں تک کہ وہ ایسے علاقے میں پہنچ گئے جہاں سے آگے ریلوے لائن نہیں تھی، اور اس کے بعد اندرونی علاقوں میں داخل ہونے کے لئے صرف گھوڑے کام آسکتے تھے۔! قصبے کے میئر پولیشو نے اس کی خوب آؤ بھگت کی تھی، اور رات کے کھانے پر اُس نے راکن سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

"مسٹر کارٹر راکن۔ عموماً سیاح ان علاقوں میں جاتے ہیں۔ زیادہ تر حادثات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کچھ واپس آتے ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک خاتون بھی ہیں۔ کیا آپ ان راستوں کی صعوبتوں سے واقف ہیں۔؟"

"ہاں۔ میں اور میرے ساتھی بخوبی جانتے ہیں،" راکن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا آپ پورے طور پر مطمئن ہیں۔ لیکن۔ اس کی گہرائیوں میں کوئی مقصد ضرور ہوگا۔؟"

"سیاحت کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے مسٹر پولیشو۔"

"یا پھر اپاچیوں کے خزانے کے سنہرے قصے۔؟" پولیشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ وہ بھی ذہن میں ہیں۔ بشرطیکہ اپاچی اپنے خزانے خود پیش کر دیں۔" راکن نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میئر بھی ہنسنے لگا۔

"وہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ اب انھوں نے خزانوں کی حفاظت کے لئے خود کو بہت مضبوط اور منظم کر لیا ہے۔ بہرحال میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہاں اگر آپ خزانے کے حصول میں کامیاب ہو جائیں، تو مجھ سے ضرور رابطہ قائم کریں۔ میں انھیں معقول معاوضے پر امریکہ سے نکالنے کا بندوبست کر سکتا ہوں۔"

"اگر سچ مچ میرے ہاتھ کوئی خزانہ لگ ہی گیا تو میں آپ کی مدد ضرور حاصل کروں گا مسٹر پولیشو،" راکن نے بظاہر لاپرواہی سے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن اس بات پر اُس نے گہرائی سے سوچا تھا، کیا درحقیقت یہ شخص اس سلسلے میں مددگار ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بہت خوب ہے۔ اسے نگاہ میں رکھنا چاہیئے۔!

پولیشو نے اس کے ساتھ بہترین تعاون کیا، اُس نے انھیں عمدہ گھوڑے۔ سفر کی ضروری غذا۔ رائفلیں، میگزین اور ایک مضبوط گاڑی فراہم کی، کیونکہ آشوبا کو گھوڑے کے سفر کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔! یوں راکن اپنے آخری مرحلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ آشوبا اب بھی سپاٹ تھی اور ان خوبصورت علاقوں میں راکن اس کی زبان کھلوانا چاہتا تھا۔!

راستہ بلاشبہ پُرخطر تھا، اس کا اندازہ انھیں اس علاقے میں داخل ہوتے ہی ہو گیا، جہاں ممنوعہ علاقے کا بورڈ لگا ہوا تھا، اور جہاں سے آگے حکومت سیاحوں کی ذمّہ داری قبول نہیں کرتی تھی۔ دُور دراز علاقوں میں لکڑی کی عمارتوں میں آبادی تھی، لیکن یہاں رہنے والے بے حد خطرناک لوگ تھے، یہ مکین گوالے تھے، جن کا کام صرف مویشی پالنا نہیں تھا، بلکہ اس کے علاوہ بھی وہ بہت کچھ کرتے تھے۔ موت و زندگی کا کھیل اُن کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، زیادہ تر وہ اپاچیوں کے خلاف برسرپیکار رہتے، لیکن کبھی کبھی اُن میں آپس میں

بھی ٹھن جاتی تھی۔ آزادانہ گولیاں چلتیں اور ۔۔ گھرانے کے گھرانے تباہ ہو جاتے ۔۔ میئر یو لیشو نے ان لوگوں کے بارے میں راکن کو خوب سمجھا دیا تھا اُس نے کچھ لوگوں کے نام بھی دیئے تھے ۔ یہ میئر کے دوست تھے اور اسے یقین تھا کہ اس کا نام سننے کے بعد وہ راکن کی مدد ضرور کریں گے۔ ! لیکن راکن بذات خود بھی چالاک تھا۔ وہ آبادیوں سے دُور کے راستے اختیار کر رہا تھا ۔ ! اور آٹھ دن کے طویل سفر میں ابھی تک وہ اور اس کے ساتھی حادثوں سے دُور تھے ۔۔ یہ اس علاقے میں داخل ہونے والے سیاحوں کی خوش قسمتی ہی ہوتی تھی۔ ورنہ اپاچیوں کے نزدیک پہنچنے سے قبل ہی گوالے انھیں لوٹ لیتے تھے، یا قتل کر دیتے تھے ۔ ! بہر حال راکن دن رات سفر کر رہا تھا ۔ اور لطف کی بات یہ تھی کہ آشویا ان راستوں پر اُس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ بعض اوقات تو راکن کو وہ بے حد پُر اسرار معلوم ہونے لگتی ۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ لڑکی ان راستوں سے بخوبی واقف ہو ۔۔ یا پھر وہ کوئی روبوٹ ہو جس کی یادداشت کے خانوں میں وہ راستے محفوظ ہوں۔

سفر کی نویں رات تھی ۔۔ اور چاندنی نے اپنا سارا حُسن پہاڑیوں میں بکھیر دیا تھا ۔ راکن نے ایک پہاڑی کے سامنے ہی قیام کیا تھا۔ جس کے نزدیک خوبصورت چشمہ موجود تھا۔ اب تک وہ کبھی چٹانوں پر کبھی ریگستانوں میں اور کبھی دشوار گزار بلندیوں پر سفر کرتے رہے تھے ۔ چشمہ دیکھ کر راکن کے ساتھی مچل گئے اور پھر انھوں نے خوب غسل کیا اور تازہ دم ہو گئے ۔ خود راکن بھی غسل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو کچھ سمجھا دیا۔ چنانچہ وہ یہاں سے دُور ہٹ گئے ۔ اُن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی ۔ !

تب راکن آشویا کے پاس پہنچ گیا۔ ”آشویا۔ ہم لوگوں نے تقریباً دس دن سے غسل نہیں کیا ۔ کیا پانی دیکھ کر تمہارا دل نہانے کو نہیں چاہتا ہے ۔ ؟“

”ایں ۔ !“ آشویا حسب معمول چونک پڑی ۔ ”ہاں ۔۔ میں نہاؤں گی راکن ۔ !“

”تب آؤ ۔۔ ہم دونوں غسل کریں ۔ ؟“

”ہوں ۔“ آشویا نے گردن ہلا دی۔ اور راکن اس کا نازک ہاتھ پکڑ کر چشمے کے قریب لے گیا۔ اُس نے اپنا ہیٹ، کوٹ اور دوسرا لباس اُتار دیا اور پھر وہ آشویا کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا تم لباس پہن کر غسل کرو گی آشویا ۔ ؟“

”نہیں لباس بھیگ جائے گا ۔“

”تو لباس اتار دو ۔“ راکن نے کہا ۔ اور آشویا خاموشی سے لباس اتارنے لگی ۔ اُس کا اوپری جسم برہنہ ہو گیا۔ تب وہ زیریں لباس کی طرف دیکھنے لگی ۔ راکن کے جسم پر انڈر ویر موجود تھا۔ آشویا کے کنوارے جسم کو دیکھ کر اُسکی کنپٹیاں گرم ہو گئیں ۔ آشویا نے کسی قدر جھجکتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا۔

”کیوں ۔ ؟“ راکن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”میرے پاس ۔ ایسا لباس نہیں ہے ۔“ آشویا نے اس کے انڈرویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

”کوئی حرج نہیں ہے ۔ یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے ۔“ راکن نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ تب آشویا نے آہستہ سے اپنا زیریں لباس بھی اتار دیا ۔

اور پہلی بار راکن نے حُسنِ مشرق دیکھا ۔ وہ دیوانہ ہو گیا۔ دوسرے لمحے آشویا اُس کی آغوش میں تھی اور وہ اس کے جسم کے مختلف حصے بھنبھوڑ رہا تھا۔ آشویا بے حسی سے اُسے دیکھ رہی تھی، خود اس کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی ۔ ! تب اس نے آشویا کو خود سے جُدا کر کے اُسے گھورا ۔

”کیا تم سچ مچ روبوٹ ہو آشویا ۔ ؟“

”روبوٹ کیا ہوتا ہے راکن ۔ ؟“ اُس نے معصومیت سے پوچھا۔

”کیا ۔ تمہیں ۔ کیا تمہیں کوئی احساس نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے دل میں کوئی خواہش نہیں پیدا ہوئی ۔ ؟“

”نہیں ۔ !“ اُس نے معصومیت سے گردن ہلا دی ۔ اور راکن جلتی ہوئی نگاہوں سے اُسے گھورنے لگا ! اس کا دل چاہا کہ پتھر کی عورت کی گردن دبا دے۔ اسے قتل کر کے چشمے میں پھینک دے ۔ لیکن ۔ پھر اس کے حواس واپس آ گئے ۔ یہ سب کچھ مناسب نہیں ہو گا ۔ نہ جانے اس لڑکی کی پرورش کس انداز میں ہوئی ہے ۔ پہلے ایک کام کر لیا جائے ۔ اس کے بعد اسے زندگی کی دوسری ضرورتوں سے آشنا کرانا پڑے گا ویسے اس نے اپنی زندگی میں ایسی سرد عورت نہیں دیکھی تھی ۔ !

چنانچہ وہ چشمے میں کود گیا۔ اور آشویا حیرانی سے پانی کے کنارے کھڑی رہی ۔۔ وہ غسل کر کے نکل آیا ۔ اُسے آشویا پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ پھر اُس نے اسے پانی میں دھکا دے دیا۔ چشمہ زیادہ گہرا نہیں تھا، آشویا نے بھی غسل کیا اور باہر نکل آئی ۔ پھر اس نے سکون سے لباس پہنا اور دونوں واپس چل پڑے ۔ راکن غیر معمولی طور پر خاموش تھا ۔ !

لیکن ماحول خاموش نہ رہ سکا ۔ اچانک گولیوں کی آواز نے سناٹے کو مجروح کر دیا ۔ راکن نے پھرتی سے آشویا کو زمین پر گرا دیا اور خود آوازوں کی سمت کا اندازہ کرنے لگا ۔

آوازیں زیادہ دور نہ تھیں اور پھر ان آوازوں میں دو انسانی چیخیں بھی لہرائیں اور یہ چیخیں راکن کے ساتھیوں کی ہی تھیں ۔ راکن بدحواس ہو گیا ۔ وہ تمام احتیاط نظر انداز کر کے دوڑا۔ حسن و عشق کا سودا دماغ سے نکل گیا تھا ۔ اُس نے فوری طور پر اپنی رائفل قبضے میں کی اور ایک چٹان پر چڑھ گیا۔ بلندی سے اسے دو گھوڑے نظر آئے جو اس کے اپنے نہ تھے ۔۔ اور پھر اس نے گولیاں چلانے والوں کو بھی دیکھ لیا ۔ !

یہ آزاد علاقے کے گوالے تھے ۔ جو لمبی رائفلوں سے فائر کر رہے تھے ۔ یہاں سے راکن انھیں بخوبی نشانہ بنا سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے تعرض نہ کیا

دوسرے لمحے اس کی رائفل کی نال سے دھواں اُبل پڑا۔ اور اس کے ساتھ ہی دو چیخیں پھر اُبھریں۔!

راکن نے چاندنی میں دُور دُور تک نگاہ دوڑائی اور پھر اُسے اپنے دو ساتھیوں کی آوازیں سُنائی دیں۔ وہ اُسے پکار رہے تھے۔ راکن اُن کی طرف دوڑ گیا۔ لیکن وہاں کا منظر بہت ہوشربا تھا۔ اُس کے دو ساتھی مردہ تھے۔ باقی دو بھی دم توڑ رہے تھے۔ ان کے جسموں میں مختلف مقامات پر گولیاں لگی تھیں۔ "مسٹر راکن۔ مسٹر راکن۔ ہم گفتگو کر رہے تھے۔ ہماری رائفلیں ہمارے پاس نہ تھیں۔ نہ جانے۔ آہ۔ نہ جانے کہاں سے وہ آئے۔ ہم بے خبری میں مارے گئے۔ آہ۔ ہم۔" راکن کے ایک ساتھی کے منہ سے نکلا اور پھر اُس نے خون اُگل دیا۔ راکن بُری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ اُس نے دم توڑتے ہوئے ساتھی کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔! اُس کے ساتھی نے آخری ہچکی لے کر دم توڑ دیا۔

"جوزف۔ جوزف۔" راکن آخری ساتھی کی طرف لپکا۔ لیکن۔۔۔ اُسکے ساتھیوں نے اس کے خلاف مشترکہ سازش کی تھی۔ وہ سب اچانک اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اُس کا ذہن ماؤف ہونے لگا! اسی وقت اسے پُشت سے آشویا کی آواز سُنائی دی۔

"راکن۔ یہ سب کیا ہے راکن۔؟"

اور راکن کے ماؤف ذہن میں ایک خیال آیا۔ کیا۔ یہ اس معصوم لڑکی کو غلط راستے پر لے جانے کی سزا ہے۔ یہ لڑکی ابتدا ہی سے پُراسرار رہی ہے اس نے خوفزدہ نگاہوں سے آشویا کی طرف دیکھا۔ آشویا کا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا

اور اس کے بعد کا سفر خوف کا سفر تھا۔ راکن سہما ہوا تھا خزانے کی خواہش اب بھی اُس کے دل میں تھی، لیکن نہ جانے کیوں اب مایوسی بھی اُس کے ذہن میں آنے لگی تھی۔ کیا وہ سچ مچ خزانہ حاصل کر سکے گا۔؟ کیا اس خزانے کا وجود ہے؟ یہ لڑکی کون ہے۔؟ مشرق کی پُراسرار کہانیاں اُس کے ذہن میں اُبھر آئیں۔ اور وہ خوفزدہ نگاہوں سے آشویا کو دیکھنے لگتا۔!

سفر کے باقی دن بڑے کٹھن تھے۔ اپاچیوں کے بہت سے گروہ انھیں ملے۔ لیکن خوش بختی سے وہ اُن کی نگاہوں میں نہ آسکے۔ چودھویں رات انھوں نے ایک گھاٹی میں قیام کیا۔ اور۔۔۔ اس رات اچانک آشویا کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔!

"راکن۔ ہم۔۔۔ اپنی منزل پر آچکے ہیں۔" اس نے انکشاف کیا اور راکن اُچھل پڑا۔!

"کیا تمہیں یقین ہے۔؟"

"ہاں۔ یہاں میری یادداشت ختم ہو گئی۔ یہ گھاٹی میری جانی پہچانی ہے۔ سنو راکن۔ اس آواز کو سُنو۔ دیکھو۔ یہ کیسی انوکھی آواز ہے۔؟" راکن خاموش ہو گیا اور اُس کے کانوں نے بھی وہ ہذیانی چیخیں سُنیں۔ ایک انوکھی آواز تھی۔

"آ۔۔۔شو۔۔۔یا۔۔۔! آ۔۔۔شویا!"

"یہ کیسی آواز ہے۔؟" راکن نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔ لیکن یہ آواز مجھے کھینچ رہی ہے۔ آؤ۔ ہم اسے تلاش کریں۔ آؤ راکن۔ ہم اسے تلاش کریں۔" آشویا دوڑ پڑی۔

"آشویا۔ آشویا۔ سنو آشویا۔ سنو تو۔" راکن چیخا۔ لیکن آشویا بے تحاشا دوڑ رہی تھی۔ اس کی رفتار بے پناہ تیز تھی۔ راکن حیران رہ گیا اور پھر وہ بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ لیکن آشویا اُس سے بہت دُور تھی۔ اور وہ آواز اب قریب آتی جاتی تھی۔ تب چاندنی میں راکن نے ایک سایہ دیکھا۔ وہ بھی آشویا کی طرف دوڑ رہا تھا۔!

اور پھر آشویا اُس سے لپٹ گئی۔ نہ جانے کیوں؟ نہ جانے وہ کون تھا۔؟ راکن نے اپنی رفتار سُست کر دی، اور جب وہ اُن دونوں کے قریب پہنچا۔ تو حیران رہ گیا۔ وہ کوئی بوڑھی عورت تھی، بوڑھی اور بدحال۔ شاید وہ پاگل تھی۔ لیکن وہ بڑے محبت بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"آشویا۔ تو آگئی میری بچی۔ تو آگئی آشویا۔؟"

"ہاں۔ میں آگئی۔ آہ۔ تمہاری آغوش میں کیسا سکون ہے۔ آہ۔ سکون کا یہ خزانہ اس سے قبل کبھی نہیں ملا۔ تم کون ہو۔؟ تم کون ہو۔؟" آشویا نے بوڑھی عورت کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ راکن پاگلوں کی طرح اُن دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ تب اچانک اُسے کچھ سرسراہٹیں محسوس ہوئیں اور اُس نے چونک کر دیکھا۔ چاندنی لرز رہی تھی۔ الیکن یہ چاندنی کی لرزش نہیں تھی، بلکہ اُس کے چاروں طرف مشعلیں روشن تھیں۔ اور مشعلوں کے سائے میں، طویل القامت اپاچی دائرہ بنائے ہوئے کھڑے تھے۔!

"کیا یہ دُرست ہے بزرگ ماکوسا۔ کیا پاگل پیلوسی کی بیٹی واپس آگئی ہے؟" ایک بھاری آواز اُبھری۔ اور ایک طویل القامت ریڈ انڈین آگے بڑھ آیا۔

"میرا علم آج تک جھوٹا نہیں ثابت ہوا سردار تھوسے۔ دیکھیے پورے چاند کی رات ہے اور آگ کا پودا درخت بن چکا ہے۔ کیا تو اس تناور درخت کو نہیں دیکھ رہا۔؟" ایک بوڑھی آواز لرزی۔!

"تیرا علم سچا ہے۔ تو عظیم ہے۔!" طویل القامت نے کہا۔ اور پھر اس کی نگاہیں راکن پر پڑیں۔ اور اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ "لیکن آبادیوں کی جونک پیلوسی کی بیٹی کے ساتھ بھی موجود ہے ماکوسا۔ پہلے میں اس سے نجات حاصل کر لوں۔" وہ کلہاڑا ہلاتا ہوا راکن کی طرف لپکا اور اس نے کلہاڑے کا بھرپور وار راکن پر کر دیا۔ راکن بے پناہ پھرتی سے کام لے کر سنبھل گیا تھا۔ اور وہ دوسرے حملے سے بچنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ بوڑھے ماکوسا کی آواز اُبھری۔

"رُک جا تھوسے۔ رُک جا۔ اسے ہلاک کر۔ اِس میں اور اُس میں فرق تھا۔ اُس نے پیلوسی کی کوکھ اجاڑ دی تھی۔ اس نے آباد کی ہے۔ تو دیکھ نہیں رہا ہے۔ یہی آشویا کو واپس لایا ہے۔!" اور گرانڈیل ریڈ انڈین نے کلہاڑے والا ہاتھ جھکا لیا۔

"لیکن ہم اجنبیوں کو اپنی آبادی میں دیکھنا پسند نہیں کریں گے ماکوسا۔ اس اجنبی سے کہو فوراً یہاں سے چلا جائے۔"

"کیا تو پاگل ہو گیا ہے تھوپے۔ اِس نے ہمارے اوپر احسان کیا ہے۔ کیا احسانوں کا صلہ اسی طرح دیا جاتا ہے؟" بوڑھے نے گرجدار آواز میں کہا۔

"تب اسے قیمتی پتھروں کے ڈھیر دے دے۔ اُسے چمکدار دھات کے ذخیرے دے دے۔ جو یہ مانگے اسے دے دے، لیکن اس کا اِس بستی میں رہنا اچھا نہ ہوگا۔ ورنہ پھر کسی پاگل بیلوسی کی دلدوز چیخیں، ہمیں ہماری بے وقوفی کا احساس دلائیں گی۔!"

"آج رات یہ ہمارا مہمان ہے۔ اسے لے چلو۔"

بوڑھی عورت اسی طرح آشوبا سے لپٹی ہوئی تھی۔ جنگلیوں کا غول راکن کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ اور پھر سردار تھوپے نے اپنے جھونپڑے میں بیٹھ کر اُسے آشوبا کی کہانی سنائی۔

"بیس سال قبل۔ بیس سال قبل بھی تمہارا جیسا ایک شخص یہاں آیا تھا۔ اس کا نام یانان ماسی تھا۔ اس نے بیلوسی سے شادی کی اور پھر اس کی بچی کو لے کر یہاں سے چلا گیا۔ خاموشی سے۔ تب بیلوسی دماغی توازن کھو بیٹھی۔ وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنی بچی کو تلاش کرتی تھی۔ تب بوڑھے بزرگ، ماکوسا کو اس پر رحم آیا اور اُس نے آگی کا ایک پودا زمین میں گاڑ دیا۔ اُس نے کہا کہ جب یہ پودا جوان ہو جائے گا، تو بیلوسی کو اس کی بیٹی مل جائے گی، اور دیکھو جوان آگی میں پہلا پھل آیا ہے۔ اور ہم سب بوڑھے ماکوسا کی پیش گوئی پوری ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ سو بوڑھے ماکوسا کا علم عظیم ہے۔ بیلوسی کو آشوبا مل گئی ہے اور سنو، تم چمکدار پتھروں کے ڈھیر سمیٹو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ اس بستی میں اب کوئی اجنبی نہیں رہ سکتا۔ ہم تمہیں چمکدار دھات بھی دیں گے، لیکن کیا بیلوسی کی بیٹی تمہاری بیوی تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔!" راکن یہ کہانی سُن کر دنگ رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ تو خزانے کی تلاش میں آیا تھا۔ بحری قزاق کا خزانہ کہاں تھا؟

بستی والوں نے اُسے ایک جھونپڑی دے دی تھی، جس میں اسے چند روز قیام کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس وقت تک کیلئے جب تک پہاڑوں میں بھٹکنے والے جنگلی بہت سے قیمتی پتھر جمع کر کے اُسے نہ دے دیں۔ تب بمشکل تمام ایک شام آشوبا اُس کے ہاتھ لگی، لیکن اس کے ساتھ سفر کرنے والی آشوبا اور اِس جنگلی پھول میں بہت فرق تھا۔ ریڈانڈینوں کے لباس میں وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں شوخ مسکراہٹ تھی۔!

"میں تم سے اور کچھ نہیں کہوں گا آشوبا۔ مجھے صرف یہ بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے۔ ورنہ۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔؟"

"اوہ۔ میرا خیال ہے بستی والوں نے تمہیں میری عجیب کہانی سنا دی ہوگی راکن۔ میری ماں نے زندگی بھر میرا انتظار کیا۔ لیکن۔ مجھے اپنے باپ سے بھی محبت ہے۔ کیونکہ اُس نے ابتدا سے آخری لمحات تک میرا خیال رکھا تھا۔ اور اس کا آخری فیصلہ بہت مناسب تھا۔ اس نے بالآخر مجھے میری ماں کو واپس کر دیا۔ وہ بڑے علم کا مالک تھا۔ قزاقوں کے خزانے کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ وہ خود مجھے یہاں پہنچانے کے قابل نہیں تھا۔ اِس لئے اُس نے اپنے علم سے مجھے میری ماں کی تصویر دکھائی، اور پھر اُس نے خزانے کا راستہ میرے ذہن میں سمو دیا۔ لیکن یہ خزانہ سکون کا خزانہ تھا۔ یہ اس کی نجات کا راستہ تھا۔ اور تم اس کا ذریعہ بنے۔ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ یہ سب میرے اپنے ہیں۔ میرے بابو نے مجھے یہاں تک پہنچانے کے لئے خزانے کا ذکر کیا۔ کہ خزانے کے متلاشی مجھے یہاں تک لے آئیں گے لیکن تم فکر مت کرو راکن۔ اور ہاں جب تم قیمتی پتھر لے کر اپنی دنیا میں واپس جاؤ۔ اور میرا باپ زندہ ہو تو اُسے بتا دینا کہ اُسے نجات کا راستہ مل گیا ہے اُس کا آخری فیصلہ بہت مناسب تھا۔!"

اور جب۔ راکن اس پُراسرار سفر سے اپنے ساتھ بے شمار قیمتی جواہرات لے کر واپس لوٹا اور اس نے معلومات حاصل کیں تو اسے پتہ چلا کہ۔ یانان ماسی کو موت کی سزا دے دی گئی ہے

بھیگے بادلوں کے آوارہ ٹکڑے ہیلی کاپٹر کے ونڈ شیلڈ سے ٹکراتے اور ونڈ شیلڈ پر بھاپ کی دبیز تہہ چڑھ جاتی۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لئے، دوسرے لمحے مستعد وائپر اس تہہ کو شیشے سے صاف کر دیتے اور فضا پھر سے روشن ہو جاتی۔ مائیکل کو بادلوں کی اس آنکھ مچولی سے بے حد لطف آرہا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے ہیلی کاپٹر کو بادلوں کے نیچے نہیں جھکایا تھا اور خاصی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ اس کا باس کبھی اس آنکھ مچولی سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔
اُس کے چہرے پر وہی گمبھیر خاموشی ہے، جو نارمل ہونے کی حالت میں ہوتی ہے۔ اُس کی پیشانی پر سوچ کی وہی لکیریں ہیں جو ہمیشہ ہوتی ہیں گویا بادلوں کی آنکھ مچولی، مائیکل کے اس کھیل پر اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یا پھر اُس نے اس کھیل کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی ہے اور حسبِ عادت اپنی سوچ میں گم ہے۔
مائیکل کی توجہ بادلوں کے کھیل سے ہٹ کر اپنے باس کی طرف چلی گئی۔ پورے ڈیڑھ سال سے وہ میجر والکوب کی ملازمت کر رہا تھا۔ خاموش طبع اور نرم فطرت میجر والکوب سے اسے دلی اُنسیت تھی۔ اُس کے خیال میں والکوب ایک بے سہارا بچے کی طرح تھا۔ ایسے بچے کی طرح جسے زندگی میں کچھ نہ ملا ہو لیکن اچانک بے شمار کھلونے اُس کی گود میں ڈال دیئے گئے ہوں۔ اور وہ ان کھلونوں کے استعمال سے واقف نہ ہو۔ اور دوسروں سے مدد کا طالب ہو۔ لیکن کبھی کبھی مائیکل کو اُس کی شخصیت بے حد پُراسرار معلوم ہوتی تھی اور وہ سوچتا تھا کہ والکوب ایک گہری جھیل ہے جس کی تہہ میں نہ جانے کون کون سے راز پوشیدہ ہیں لیکن مائیکل اُن میں سے ایک بھی راز نہیں جان سکا تھا البتہ جب والکوب بے چین ہوتا، اُس کی آنکھوں میں درد و کرب کا دریا موجزن ہوتا، تو مائیکل کا دل چاہتا کہ اُس کا گریبان پکڑ لے اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھے کہ اسے کیا غم ہے۔ اُس کی آنکھوں کی جھیل کیوں متلاطم ہے۔ وہ اُس کے لئے کیا کر سکتا ہے! لیکن نوجوان مائیکل کے ہاتھ کبھی والکوب کے گریبان تک پہنچنے کی ہمت نہ کر سکے۔ اور وہ پورے ڈیڑھ سال میں اس خاموش باس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان سکا لیکن اس کا تجسس برقرار تھا۔
ویسے ملک بھر کے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی والکوب کی دل سے عزت کرتا تھا۔ اُسے علم تھا کہ والکوب نے ملک کو پرمیبٹ پارٹی کے چنگل سے نکالنے کے لئے بہت بڑی قربانی دی ہے، اُس نے اپنی زندگی کے سترہ سال جیل کی صعوبتوں میں گذارے ہیں۔
میجر والکوب سترہ سال قبل فوج کا میجر تھا۔ پرمیبٹ پارٹی تین سال قبل برسرِ اقتدار آئی تھی لیکن اُس کے اقتدار کے تین سال، ملک کے تین بدترین سال تھے۔ بدعنوانوں کے اس ٹولے نے صرف تین سال میں اندھیر مچا دیا۔ عوام چیخ اُٹھے۔ لیکن پرمیبٹ پارٹی کے ہاتھ بہت مضبوط تھے۔ کوئی اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکا، تب ملک میں ایک نئی پارٹی تشکیل ہوئی۔ سرتھوڈک پارٹی نے پرمیبٹ پارٹی کے خلاف محاذ بنا لیا اور وہ کچھ فوجی افسران کا تعاون حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئی جن میں میجر والکوب سرِ فہرست تھا۔ ان لوگوں نے فوج کے ایک ٹولے کی مدد سے پرمیبٹ پارٹی کا تختہ اُلٹنے کا پروگرام بنایا لیکن اُن کی بدقسمتی سے پرمیبٹ پارٹی کو وقت سے پہلے اس سازش کی اطلاع ہو گئی۔

زبردست خونریزی ہوئی، گرفتاریاں ہوئیں اور سازش کچل دی گئی۔ گرفتار شدہ لوگوں میں والکوب اور اس کا خاندان بھی تھا۔ والکوب کے خاندان کے بیشتر افراد کو گولی مار دی گئی اور والکوب کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ سازش ختم ہو گئی تھی پریمیٹ پارٹی نے اپنے اردگرد پھیلے ہوئے دشمنوں کو نیست و نابود کر دیا اور اپنی پوزیشن بے حد مضبوط کر لی لیکن آرتھوڈک پارٹی کے کچھ کارکن جو فہرست میں نہیں آئے تھے بچ گئے اور انھوں نے خفیہ طور پر اپنی مہم جاری رکھی۔ پریمیٹ پارٹی نے پورے سترہ سال حکومت کی۔ سولہ سال تک اُس کی حکومت کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا لیکن آرتھوڈک پارٹی نے خفیہ طور پر اپنی طاقت بے پناہ بڑھا لی تھی۔ عوام پریمیٹ پارٹی سے بیزار تھے۔ چنانچہ آرتھوڈک پارٹی جب کھل کر سامنے آئی تو پورے ملک نے اُس کا خیر مقدم کیا۔ پریمیٹ پارٹی کے بے خبر لیڈر جو اب اپنے اردگرد کے ماحول سے لاپرواہ ہو کر عیش و عشرت میں ڈوب گئے تھے، چونکے، لیکن بات اب اُن کے بس کی نہ تھی۔ پورے ایک سال کی سخت جدوجہد کے بعد بہرحال پریمیٹ پارٹی کو بدترین شکست ہوئی اور اُس کا بھی وہی حشر ہوا جو اُس نے آرتھوڈک کے ساتھ کیا تھا۔

اور اب آرتھوڈک پارٹی برسرِ اقتدار تھی۔ عوام خوش حال تھے آرتھوڈک نے اُن لوگوں کو نظر انداز نہ کیا جنھوں نے اس کی داغ بیل ڈالی تھی۔ آرتھوڈک پارٹی کے ایک ایک فرد کے خاندان کو خوشحال کر دیا گیا۔ جو لوگ زندہ تھے انھیں جیل سے رہا کرایا گیا بڑے بڑے عہدے دیئے گئے انھیں میں میجر والکوب بھی تھا۔ لیکن میجر والکوب ایک زندہ لاش تھا۔ دُنیا سے بے خبر، سنجیدہ اور خاموش۔ اُس نے کوئی عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اُس نے معذرت کر لی تھی کہ اب وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اُسے صرف ایک گوشہ دے دیا جائے

جہاں وہ زندگی کی بقیہ سانسیں پوری کر سکے۔ چنانچہ آرتھوڈکس کے عہدیداران نے اُسے اعلیٰ درجے کی کوٹھی دی تھی۔ بیشمار ملازم دیئے تھے۔ اُسے وہی سرکاری مراعات حاصل تھیں جو دوسرے عہدیداروں کو تھیں۔ یہ ہیلی کاپٹر بھی حکومت نے اُسے پیش کیا تھا اور نوجوان مائیکل کو بھی سرکاری خزانے سے تنخواہ ملتی تھی۔ وہ والکوب کا سیکریٹری تھا اور دوسرے کچھ فرائض بھی انجام دیتا تھا جن میں روزانہ شام کو والکوب کو دریائے لیبی کے کنارے ایک پہاڑی پر بنی ہوئی قبر تک لانا بھی شامل تھا۔

مائیکل کو معلوم تھا کہ یہ قبر والکوب کی بیوی کی ہے لیکن اس ویران اور دُور دراز علاقے میں اس قبر کے وجود پر وہ حیران تھا۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ یہ قبر اس جگہ کیوں بنائی گئی ہے۔ والکوب روزانہ شام کو ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اس قبر پر آتا، پھول چڑھاتا اور کافی دیر تک اُس کے سامنے خاموش کھڑا رہتا۔ پھر وہ آنکھوں میں کرب لئے واپس ہو جاتا۔ یہ اُس کا معمول تھا۔ اور اب مائیکل بھی اِس کا عادی ہو گیا تھا۔ اُس نے اپنے تجسس کو سرد کر لیا تھا لیکن کبھی کبھی سب کچھ جان لینے کا جذبہ اتنی شدت سے سر اُبھارتا کہ خود کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا لیکن بہرحال مجبوری تھی۔ والکوب اُس کا باس تھا۔ اُس کی نرم دلی اور نیک فطرت سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا تھا۔

"مائیکل۔!" والکوب کی بات دار آواز گونجی اور وہ خیالات سے چونک پڑا۔

"یس۔ یس سر!" اُس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"اگر تم پسند کرو تو مجھے میری مطلوبہ جگہ اُتار دو اس کے بعد اُس وقت تک جب تک میں وہاں رہوں تم ہیلی کاپٹر لے کر بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل سکتے ہو۔" والکوب کے ہونٹ نہیں مسکرا رہے تھے لیکن اُس کی آواز کی مسکراہٹ نمایاں تھی۔

مائیکل کی پیشانی پر خجالت کے آثار نمایاں ہو گئے اور اُس نے شرمندہ لہجے میں کہا "سوری سر! میں۔۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تمہاری عمر کھیلنے کی ہے مائیکل۔ میں تو صرف اس لئے کہہ رہا تھا کہ بادلوں میں کھو کر تم میری مطلوبہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمہارے مشغلے میں حارج نہ ہوتا!" والکوب نے اُس سے ٹھہرے ہوئے اور نرم لہجے میں کہا اور مائیکل پھر بوکھلا گیا۔ اُس نے نیچے نگاہ ڈالی۔ درحقیقت اب وہ لیبی کے پانی پر پرواز کر رہا تھا۔

شرمندگی سے مسکراتے ہوئے اُس نے ہیلی کاپٹر کا رُخ بدل دیا اور اُسے نیچا کرنے لگا۔ ابھی وہ مطلوبہ جگہ سے زیادہ دُور نہیں آئے تھے چنانچہ وہ ہیلی کاپٹر کو جھکاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس پہاڑی پر پہنچ گیا جہاں والکوب کی بیوی کی قبر تھی۔ قبر سے تقریباً سو گز دُور اُس نے ہیلی کاپٹر اُتار دیا اور پھر جلدی سے نیچے کود آیا۔ دروازہ کھول کر اُس نے والکوب کی بیساکھی نکالی اور پھر اُسے سہارا دے کر نیچے اُتار لیا۔ بیساکھی والکوب کی بغل میں دے کر جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ والکوب نے اپنا توازن سنبھال لیا ہے تو اُس نے اُس کا بازو چھوڑ دیا۔

"شکریہ مائیکل۔ اب میری طرف سے اجازت ہے۔ تم ایک گھنٹے تک بادلوں کی سیر کر سکتے ہو۔"

"میں شرمندہ ہوں جناب"۔ مائیکل نے کہا۔

"ارے نہیں بیٹے! میں طنز نہیں کر رہا۔ تم غلط نہ سمجھو" والکوب نے کہا اور مائیکل نے گردن جھکا دی۔ والکوب چند ساعت اُسے دیکھتا رہا۔ اور پھر بیساکھی ٹیکتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اُس کی ایک ٹانگ گھٹنے کے پاس سے کٹی ہوئی تھی۔ مائیکل عجیب سی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا پھر وہ ایک گہری سانس لے کر ہیلی کاپٹر سے ٹک گیا۔ اُس کی نظریں اب بھی بوڑھے والکوب پر جمی ہوئی تھیں جو اب قبر کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اُس نے سیلوفین پیکنگ سے پھول کھول دیئے اور انہیں قبر پر ڈالنے لگا۔ اور پھر وہی طویل خاموشی۔ حالانکہ اُس کی ایک ٹانگ تھی لیکن وہ قبر کے سامنے کھڑا رہتا تھا۔ مائیکل اُسے دیکھتا رہا اور وقت گذرتا رہا۔ مائیکل کے ذہن میں پھر وہی خیالات چکرانے لگے جو روزانہ کا معمول تھے۔

وقت پورا ہونے پر وہ چونکا۔ والکوب پہاڑ کے کنارے کی طرف جا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ کچھ دیر پہاڑ کے کنارے پر بھی کھڑا رہتا تھا۔ نہ جانے وہ نیچے درجنوں فٹ گہرے دریا کی لہروں میں کیا دیکھتا رہتا تھا۔ ایسے وقت میں مائیکل کو خطرہ ہی رہتا کہ کہیں تیز ہوا کے جھونکے سے والکوب دریا میں نہ جا گرے وہ پریشان ہو جاتا۔ لیکن والکوب صحیح سلامت ہی واپس آ جاتا تھا۔ آج بھی ہوا تیز چل رہی تھی اور والکوب دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ اُس کا لباس اُڑ رہا تھا ایک بار اُس کی بیساکھی لڑکھڑائی اور مائیکل کو احساس ہوا جیسے وہ گر پڑے گا۔ دوسرے لمحے وہ بجلی کی طرح لپکا اور والکوب کے سر پر پہنچ گیا۔ والکوب کے چہرے پر پسینہ تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور درحقیقت اگر مائیکل وقت پر نہ پہنچ جاتا تو والکوب دریا میں گر پڑا ہوتا۔ مائیکل نے اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اُس کی بیساکھی سنبھالی اور اُسے کنارے سے ہٹا لیا۔ والکوب نے ڈوبتی ہوئی آنکھوں سے اُسے دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولا:

"شکریہ مائیکل۔ مجھے اس سامنے والے پتھر پر بٹھا دو۔ شاید چکر آ گیا تھا۔"

مائیکل خاموشی سے اُسے لئے ہوئے قبر سے کچھ دُور اس چھوٹے سیاہ پتھر کے نزدیک پہنچ گیا جس پر کبھی کبھی وہ خود بیٹھ جاتا تھا۔ والکوب کو پتھر پر بٹھا کر وہ خود اُس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ والکوب دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا کئی منٹ اسی طرح گذر گئے۔ پھر اُس کی حالت سنبھل گئی۔ اُس نے گردن اُٹھا

مائیکل کو دیکھا اور پھر پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے بولا:

"کیا سوچ رہے ہو مائیکل؟"

"میں سوچ رہا ہوں جناب، کہ۔ کہ میں اس ملازمت سے استعفیٰ دے دوں" مائیکل نے سرد لہجے میں کہا اور والکوب پر نظریں جما دیں۔ اُس نے بوڑھے والکوب کے جسم کو لرزتے دیکھا۔ والکوب یہ الفاظ سُن کر کپکپا اُٹھا تھا۔ دوسرے لمحے وہ ہاتھ اُٹھا کر گھگھیائے ہوئے لہجے میں بولا:

"نہیں نہیں مائیکل۔ ایسا نہ کرنا۔ میں۔ میں شرمندہ ہوں۔ درحقیقت مجھ معذور سے ہر شخص پریشان ہو سکتا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ تمہاری یہ ڈیوٹی بہت سخت ہے لیکن میں انسانی ہمدردی کے تحت تم سے اپیل کرتا ہوں کہ مجھ سے اپنا سہارا نہ چھیننا۔ میں تمہارا عادی ہو گیا ہوں میرے بیٹے میں تمہارے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گا۔" اُس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور مائیکل مضطرب ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب تو نہ تھا۔ وہ اس کی معذوری سے تو تنگ نہ آیا تھا۔

دوسرے لمحے وہ بے اختیار والکوب کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اُس کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے بولا "آپ۔ آپ میرا مطلب غلط سمجھے ہیں میجر۔ بخدا آپ نے میرے الفاظ کا غلط مطلب نکالا ہے۔ میں آپ کی معذوری سے تنگ نہیں آیا ہوں۔ میں۔ میں غلط نہیں کہہ رہا۔ آپ جیسے انسان کے لئے میں خود معذور ہو سکتا ہوں۔ میں اپنی ایک ٹانگ آپ کو دینے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے اپنی حیثیت کا احساس ہے میجر۔ چنانچہ میں کبھی یہ ہمت نہیں کر سکا کہ آپ کے دُکھ میں شریک ہو سکوں لیکن میں انسان ہوں۔ آپ روزانہ یہاں آتے ہیں۔ آپ کے اوپر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں میں اُن کا جائزہ لیتا ہوں اور میرے ذہن میں بیشمار سوالات اُبھرتے ہیں۔ میں آپ کا غم جاننا چاہتا ہوں میں آپ کے دُکھ میں شریک ہونا چاہتا ہوں لیکن اپنی حیثیت کا احساس کر کے اپنی اس خواہش کو دفن کر دیتا ہوں۔ آپ کے غم کا راز جاننے کی خواہش اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ میں یہ الفاظ کہہ بیٹھا۔ آپ نے میرے الفاظ کا غلط مطلب نکالا ہے جناب۔ بالکل غلط مطلب۔ میں اتنا گرا ہوا نہیں ہوں کہ ایک انسان کا سہارا بننے میں عار محسوس کروں۔ آپ یقین کریں"

شدتِ جذبات میں اُس نے میجر کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور پھر اُس کی نظریں میجر کے چہرے سے ٹکرائیں۔ میجر کے ہونٹوں پر ایک پُرسکون مسکراہٹ تھی!

"شکریہ مائیکل" اُس نے لرزتی آواز میں کہا۔ "تم نوجوان ہو۔ خدا تمہیں تمام غموں سے دُور رکھے میرے بیٹے۔ میری کہانی تمہاری طبیعت کو مکدر کر دے گی۔ اس لئے میں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ ورنہ میں بھی اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا"

"آپ کئی بار مجھے بیٹے کے الفاظ سے نواز چکے ہیں۔ آپ کے بخشے ہوئے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے میں آپ کے اس راز کو جاننے کی فرمائش کرتا ہوں، مجھے اپنے غم کے بارے میں بتائیے شاید میں آپ کا غم بانٹ سکوں۔!"

مائیکل بھی بے حد جذباتی ہو رہا تھا۔

بوڑھے میجر کی آنکھیں خلاء میں گھورنے لگیں۔ وہ فضاؤں میں اپنی داستان تلاش کر رہا تھا۔ اور پھر اُس کے ہونٹوں سے لرزتی ہوئی آواز نکلی

مانڈی بستی کے قوی ہیکل سردار اکودا نے اپنے بائیں ہاتھ کی اُنگلی سے پتھر کی انگوٹھی اُتاری اور ڈنگو کے ہاتھ کی انگلی میں پہناتے ہوئے بولا "میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں میرے دوست۔ یہ انگوٹھی پہن لے۔ کرونڈا کا سردار تجھے سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔ وہ بھی تیری طرح میرا دوست ہے۔ میں نے ایک بار بھوکے ریچھ سے اُس کی جان بچائی تھی۔ تب اُس نے مجھے یہ انگوٹھی دے کر اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ اور اسی وجہ سے کرونڈا اور مانڈی کی پُرانی دشمنی ختم ہو گئی تھی۔ مجھے یقین ہے میرے دوست میرے بچپن کے ساتھی، سردار تجھے میری حیثیت دے گا۔ تو اس وقت تک وہاں زندگی گذارنا جب تک شیطان راگونڈا ہمارے درمیان سے چلا نہ جائے۔ جب سفید ناگن اُسے ڈس نہ لے۔ یا کوئی مست ہاتھی اسے اپنی سونڈ میں لپیٹ کر اپنے وزنی پاؤں کو اُس کے سینے پر نہ رکھ دے۔ ہم اس کی شیطانی قوتوں کے آگے بے بس ہیں میرے دوست اگر سفید ناگن اُس کے قبضے میں نہ ہوتی تو تجھے کبھی اس بستی سے نہ جانا پڑتا۔ میں غمزدہ ہوں میرے ساتھی کہ میری سرداری تیرے کام نہ آسکی۔"

ڈنگو نے اکودا کی کلائی اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور اُداس آواز میں بولا "کاش میں راکی کو زندگی بھر ساتھ نبھانے کا قول نہ دیتا اکودا۔ کاش مجھے تیرا ساتھ نہ چھوڑنا پڑتا۔"

"قول نبھانا مرد کی شان ہے ڈنگو۔ ایسی بات نہ کر۔ اگر تو راکی کو دیئے ہوئے قول سے پھر جاتا تو اکودا تیرا دوست نہ رہتا۔ بھلا وہ شخص بھی دوستی کے قابل ہوتا ہے جو وعدہ پورا نہ کر سکے۔" اکودا نے کہا۔

"اجازت دے میرے ساتھی کہ میں رات کی تاریکی میں مانڈی کی سرحدوں سے نکل جاؤں۔ چاند جھک چلا ہے۔ رات گذری جا رہی ہے۔"

"دیوتا تیرے اوپر سایہ فگن رہیں۔" اکودا نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ اور ڈنگو نے قریب کھڑی ہوئی راکی کا بازو پکڑ لیا جس کے سر میں گندھے ہوئے جنگلی پھولوں کی خوشبو دُور دُور تک پھیل رہی تھی۔ اور پھر وہ دوڑنے لگے۔ ڈنگو پلٹ پلٹ کر اکودا کی طرف دیکھ رہا تھا جو کسی وزنی چٹان کی طرح تنا ہوا کھڑا تھا۔ پھر اکودا درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو گیا۔ ڈنگو اور راکی اسی طرح دوڑ رہے تھے۔ یہ راستے اُن کے جانے پہچانے

تھے اس لئے انھیں کوئی ٹھوکر نہ لگ رہی تھی۔ چاندنی درختوں پر رُکی
ہوئی تھی لیکن اُس کی کچھ شوخ کرنیں درختوں کے سُوراخوں سے چھن کر
زمین تک پہنچ جاتی تھیں جن کی وجہ سے زمین پر ستارے بکھرے معلوم
ہوتے تھے۔ وہ اِن ستاروں پر دَوڑتے رہے۔ آج انھوں نے وہ بستی چھوڑ
دی تھی جہاں کی خوشبو اُن کے خون میں رچی ہوئی تھی۔ جہاں انھوں نے
بچپن سے جوانی تک کا دَور گذارا تھا۔ انھیں بستی کے ایک ایک پتھر سے
محبّت تھی۔ ایک ایک درخت سے محبّت تھی لیکن۔ شیطان صفت راگونڈا کی
وجہ سے وہ بچپن کے اس گہوارے کو چھوڑنے پر مجبُور ہو گئے تھے۔

صحرائے اعظم افریقہ کے انتہائی جنوب کے ایک پُراسرار گوشے
میں یہ بستی آباد تھی۔ جدید تہذیب سے دُور دیوتاؤں کے دَور کی یہ بستی اپنے
پُرانے عقائد پر قائم تھی۔ نئے دَور سے ناواقف بستی کے لوگ اپنی آبائی زندگی
گذار رہے تھے۔ اُن کے اپنے مسائل تھے۔ اپنا اندازِ فکر تھا۔ وہ سفید دیوی
کے پجاری تھے۔ پُرامن زندگی کے قائل تھے لیکن۔ ہر دَور میں اہرمن ہوتے
ہیں۔ شیطان نے کوئی جگہ باقی نہیں چھوڑی۔ اُس کی ذرّیات کرۂ ارض کے
گوشے گوشے میں بکھری ہوئی ہے۔ اس چھوٹی سی حسین بستی میں بھی شیطان
موجود تھا۔ یہاں وہ راگونڈا کے نام سے مشہور تھا۔ راگونڈا، جس کا باپ
بستی کا وِچ ڈاکٹر تھا۔ ایک عظیم جادوگر لیکن اُس کی زندگی کبھی بستی والوں
کے لئے عذاب نہ بنی۔ وہ ہمیشہ بستی والوں کے کام آتا۔ اور بستی والے اس کی
عزّت کرتے تھے لیکن اس کا بیٹا راگونڈا اُس کی ضد تھا۔ راگونڈا نے تیرہ سال
کی عمر میں اپنے باپ کو زہر دے کر قتل کر دیا تھا اور اُس کا تمام جادو سلب
کر لیا تھا۔ اور اب وہ قبیلے کا سب سے بڑا جادوگر تھا۔ قبیلے کے تمام وِچ ڈاکٹر
اس سے پناہ مانگتے تھے۔ اُس نے پُورے قبیلے کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔
اور اُس کی چیرہ دستیاں اس وقت سے اور بڑھ گئیں جب اُس نے سفید ناگن
کو قید کر لیا تھا۔

سفید ناگن۔ دیویوں کا نشان۔ سفید دیوی کا رُوپ جو دیوی
کے مندر کے ایک حصّے میں رہتی تھی، بستی کے لوگ اس سے خوف کھاتے تھے،
اس سے پناہ مانگتے تھے لیکن ایک دن راگونڈا کو سرِبازار دیکھا گیا۔ سفید
ناگن اُس کی کلائی سے لپٹی ہوئی تھی اور اُس کا سر راگونڈا کے ہاتھ میں
دبا ہوا تھا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

"دیکھو بستی کے لوگو۔ یہ ہے تمہاری سفید دیوی۔ آج سے یہ
میری غلام ہے۔ میں نے اُسے اُس کے بل سے نکال لیا ہے۔ بتاؤ ہے کوئی
جو میری قوّتوں سے ٹکرا سکے۔ اب یہاں وہ ہوگا جو میں چاہوں گا۔ سفید دیوی
وہ حکم دے گی جو میرا حکم ہوگا۔ میری اطاعت قبول کرو۔ کوئی میرے حکم سے
سرتابی نہ کرے۔ اگر کسی نے ایسی جرأت کی تو اُس پر سفید دیوی کا عتاب
نازل ہوگا۔ اُس کی پُشتیں ختم ہو جائیں گی۔ اس لئے ڈرو مجھ سے، خوف
کھاؤ میرے عتاب سے، پرہیز کرو میری حکم عدُولی سے کہ موت تمہیں دبوچ نہ
لے۔ کسی کی حیثیت مجھ سے بڑی نہیں ہے۔ مجھے سرداری سے کوئی دلچسپی نہیں
ہے لیکن تمہارا سردار بھی میرا اطاعت گذار ہوگا" اور اُس کے اس دعوے
پر اس وقت کے سردار اکووا کے سپاہیوں نے راگونڈا کو گرفتار کرنے کی
کوشش کی تو سینکڑوں سیاہ ناگ اُن سے لپٹ گئے، سپاہیوں کے جسم پانی
بن کر بہہ گئے تب سے بستی کا ایک ایک فرد راگونڈا سے خوف کھانے لگا، کوئی
اُس کے سامنے آنے کی کوشش نہ کرتا۔ کوئی اُس کے حکم سے سرتابی نہ کرتا۔

بستی سے کچھ پرے ہٹ کر سب سے بڑا سب سے خوبصورت جھونپڑا راگونڈا کا تھا۔ اِس
جھونپڑے کے ایک حصّے میں سفید ناگن قید تھی۔ وہ ہر وقت جادو کے شیشے میں
پھنکارتی رہتی تھی جس میں ننھے ننھے سُوراخ تھے اور انھیں سوراخوں سے
راگونڈا ناگن کو غذا دیتا تھا۔ انھیں سُوراخوں سے اُسے زندہ رہنے کے لئے
ہوا ملتی تھی۔

پُوری بستی راگونڈا کے مظالم کا شکار تھی۔ وہ جس گھر کو چاہتا
اُجاڑ دیتا، جسے چاہتا موت کے جنگل میں پھنسا دیتا۔ قبیلے کی ہر کنواری
اُس کی دُلہن تھی۔ وہ جس کی طرف نگاہ ڈالتا اُس کے پہلو میں پہنچادی جاتی۔
راگونڈا نے حکم جاری کر دیا تھا کہ ہر وہ لڑکی جس کی شادی ہو، پہلی رات
راگونڈا کے جھونپڑے میں گذارے گی تاکہ راگونڈا اسے سفید دیوی کی برکتوں
سے نواز دے۔ اور قبیلے کے لوگ شادی کے نام سے کانپنے لگے تھے لیکن رسمِ
دُنیا بھی جاری رکھنا ضروری تھا۔ اُسے جاری رکھا جاتا۔ شادیاں ہوتیں اور
دُلہنیں رات راگونڈا کے جھونپڑے میں گذارتیں۔ دوسری صبح اُداس چہرے
اور جھوٹا جسم لے کر وہ اپنے شوہروں کے گھر آجاتیں۔ ایک خلیج، ایک شکایت
نگاہوں میں ہوتی، لیکن مجبوری بھی کوئی چیز ہوتی ہے، گذارنی ہوتی۔

لیکن ڈنگو نے اس حکم سے بغاوت کی تھی۔ راکی نے اُس کا ساتھ
دیا تھا۔ ڈنگو اور راکی ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ راکی ابھی تک راگونڈا کی
نگاہوں سے بچی ہوئی تھی۔ وہ ڈنگو کی ہو جانا چاہتی تھی لیکن اُس نے ڈنگو
سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ مر جانا پسند کرے گی لیکن راگونڈا کے
جھونپڑے میں رات نہیں گذارے گی۔ اور ڈنگو نے اس سلسلے میں اپنے بچپن
کے دوست اور بستی کے سردار اکووا سے مشورہ کیا تھا۔

تب اکووا نے اُس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ اُس نے ڈنگو کو
مشورہ دیا کہ وہ راکی کو لے کر بستی سے دُور چلا جائے۔ مانڈی کی سرحدوں
سے نکل جائے تاکہ راگونڈا کا جادو کام نہ کر سکے اور وہ کمرونڈا کے سردار کے

پاس پہنچ جائے جو اُس کا دوست ہے۔ وہاں جا کر وہ راکی سے شادی کرے اور آرام سے زندگی بسر کرے۔ ڈنگو تیار ہو گیا تھا۔ اور آج رات وہ محبت کے متوالے مانڈی سے نکل رہے تھے۔

ننھے ننھے ستارے اُن کے قدم چوم رہے تھے۔ اور وہ دوڑ رہے تھے۔ تیز۔ اور تیز۔ اپنے جانے پہچانے راستوں پر۔ اُن کے دلوں میں محبت بھری اُمنگ تھی۔ ایک دوسرے کے ہو جانے کے خواب اُن کی آنکھوں میں بسے ہوئے تھے۔ اُن کے سانس پھول رہے تھے لیکن وہ دوڑ رہے تھے۔ محبت کی منزل کی طرف جہاں وہ ایک ہوں گے۔ راگو نڈا سامنے نہ ہوگا۔ صرف محبت ہوگی۔ محبت۔ محبت۔ اُن کے قدم اور تیز ہوتے جا رہے تھے۔ اور چاند اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ راکی کا بازو ڈنگو کے ہاتھ میں تھا۔ اُس کے آہنی پنجے کی گرفت راکی کا بوجھ سنبھالے ہوئے تھی۔ ہر ٹھوکر پر وہ اُسے سنبھال لیتا تھا۔ مانڈی کی سرحد اب زیادہ دُور نہیں تھی۔ گھنے درختوں کا سلسلہ بس ختم ہونے والا تھا۔ کہ اچانک۔ فضا میں ایک تیز روشنی ہوئی۔ درخت دودھ میں نہا گئے۔ اور وہ دونوں ٹھٹھک کر رہ گئے۔

درختوں کے ادھر سے راگو نڈا کا بھیانک قہقہہ گونجا۔ اور دوسرے لمحے وہ اُن کے سامنے تھا۔ اپنی تمام تر نحوستوں کے ساتھ۔ اپنی بھرپور بدہیئتی کے ساتھ۔ اُس کے دانت مسکراہٹ کے انداز میں نکلے ہوئے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔

ان دونوں کے جسم سے لہو خشک ہو گیا۔ وہ بے بس بکری کی طرح اس قصائی کی طرف دیکھنے لگے۔ تب راگو نڈا نے بھیانک آواز میں کہا:

"مانڈی کے نافرمانو۔ تم سفید دیوی کے آقا کو دھوکہ دے کر جا رہے تھے۔ تم اُس کی نظروں سے بچ کر نکل رہے تھے جس کے قبضے میں سفید ناگن ہے کیا تم میرا قہر بھول گئے تھے۔ تم بھول گئے تھے اے احمقو کہ راگو نڈا اعظم ہے اُسے پل پل کی خبر ہے۔ ہاں میں جانتا ہوں تمہارے مددگار کو۔ میں اُسے جانتا ہوں جس نے تمہیں بھاگنے کا مشورہ دیا ہے۔ اور اطمینان رکھو، وہ بھی میرے عتاب سے نہ بچ سکے گا۔" اُس نے گونج دار آواز میں کہا اور پھر راکی کی طرف دیکھ کر بولا:

"اور تو۔ تو اب تک کہاں تھی اے حسین ناگن۔ کہاں چھپی ہوئی تھی تو کہ میں تجھے نہ دیکھ سکا۔ بلاشبہ تو مانڈی کی زمین کی حسین ترین تخلیق ہے اور تیرا یہ گدرایا ہوا جسم راگو نڈا کی باہوں کیلئے ہے صرف راگو نڈا کی باہوں کے لئے۔ یہ قلاش ڈنگو تجھے کیا دے گا۔ اس کے پاس تو ایک نیزہ بھی نہیں ہے کہ یہ تیرے لئے مجھ سے لڑ سکے۔ کاش اکوڈا اسے اس انگوٹھی کے بجائے ایک نیزہ دے دیتا کہ یہ مجھ سے جنگ کر سکتا۔" راگو نڈا نے تمسخر کے انداز میں کہا اور راکی کا جسم کانپنے لگا۔ لیکن ڈنگو کی آنکھوں میں بجلیاں تڑپنے لگی تھیں۔ اُس کے ذہن میں خوف کی جگہ شدید غصے نے لے لی تھی۔ حالانکہ وہ سب راگو نڈا سے خوفزدہ رہتے تھے۔ وہ اُس کا سامنا کرنے کی ہمت بھی نہیں رکھتے تھے لیکن اس وقت ڈنگو ہر قوت سے ٹکرانے کے لئے تیار تھا۔ اُس نے راکی کو اپنی پشت پر کر لیا اور راگو نڈا کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

"اگر تیرے ساتھ جادو کی قوتیں نہ ہوتیں راگو نڈا۔ تو دیوتاؤں کی قسم میں تیرے دونوں پاؤں پکڑ کر سوکھی لکڑی کی طرح چیر دیتا۔ تیرے جادو کی قوت کے سامنے نیزہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔ ہاں اگر تو سچ مچ اپنے ہی باپ کی اولاد ہے تو آ۔ میں تجھے راکی کے لئے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تو نے مجھے شکست دے دی تو دیوتاؤں کی قسم راکی کو اپنے ہاتھوں سے تیرے جھونپڑے میں پہنچا دوں گا۔"

"تو نے بڑی اچھی بات کہی راگو نڈا۔ میں اپنے باپ کی اولاد ہوتا تو بوڑھا وچ ڈاکٹر میرے ہی ہاتھوں نہ مارا جاتا۔ جب میری ماں اپنے کسی عاشق کے ساتھ رنگ رلیاں منا کر میری بنیاد رکھ رہی تھی تو وہ بوڑھا وچ ڈاکٹر نہ جانے کہاں سو رہا تھا۔ چنانچہ بہادر ڈنگو تو مجھ سے ایسی اُمید مت کر کہ جب میں طاقتور ہوں تو اپنی طاقتیں کیوں نہ استعمال کروں۔" راگو نڈا نے ہاتھ بلند کیا۔ اور نہ جانے کہاں سے تیز انی والا لمبا نیزہ اُس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اُس نے نیزہ تولتے ہوئے ایک قہقہہ لگایا۔ اور بولا:

"سنبھل جا اکوڈا کے چہیتے۔ یہی جگہ تیرا مقتل ہے۔ اور آج کی رات راکی کی سہاگ رات ہے لیکن وہ تیرے بجائے میرے پہلو میں ہوگی!" ڈنگو سنبھل گیا۔ راگو نڈا نے نیزے والے ہاتھ کو جھکائی دی اور راکی چیخ پڑی۔ ڈنگو اُچھل کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ راگو نڈا نے دوسری بار جھکائی دے کر وار کر دیا لیکن پھرتیلا ڈنگو اس وار کو بھی بچا گیا تھا۔ اُس کی نگاہیں سانپ کی نگاہوں کی طرح نیزے پر جمی ہوئی تھیں۔ راگو نڈا مسلسل وار کر رہا تھا اور ڈنگو اپنی پھرتی سے یہ وار بچا رہا تھا۔

تب راگو نڈا کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہو گئے اُس نے خشمگیں نظروں سے ڈنگو کو دیکھا۔ اور پھر دانت پیستے ہوئے بولا: "میں تھک گیا ہوں مجھے ابھی اپنی طاقت باقی رکھنی ہے ورنہ تیری پھرتی دیکھتا۔ لیکن پھر راکی کے حسین جسم سے وہ لطف حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس لئے اب یہ نیزہ خود تجھ سے نپٹ لے گا۔ راگو نڈا نے نیزہ زمین پر پھینک دیا۔ اور دوسرے لمحے ڈنگو تیر کی طرح نیزے کی طرف لپکا، لیکن اسی وقت نیزہ خود بخود فضا میں بلند ہوا اور ڈنگو کے پہلو میں پیوست ہو گیا۔ ڈنگو کی چیخ بے حد دلخراش تھی

اس کے ساتھ ہی راکی کی چیخ بھی گونجی تھی۔ وہ دوڑ کر ڈنگو سے لپٹ گئی۔
"مجھے افسوس ۔ ہے ۔ راکی ۔ میں ۔ تجھ سے کیا ہوا وعدہ پُورا نہ کرسکا!" اُس نے آخری الفاظ کہے اور اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ راگونڈا کا کریہہ قہقہہ گونج اُٹھا تھا۔
"وہ چھوڑ اس دیوانے کو راکی ۔ مجھے دیکھ ۔ میں اس بستی کا سب سے طاقتور انسان ہوں ۔ اور تو اُس کی محبوبہ ہے" اُس نے آگے بڑھ کر راکی کا بازو پکڑ لیا ۔ اور پھر روشنی کا ایک تیز جھماکہ ہوا ۔ اور راکی کی آنکھیں بند ہوگئیں دوسرے لمحے اُس نے آنکھیں کھولیں تو وہ راگونڈا کے جھونپڑے میں تھی ۔
اِس سے قبل اُس نے راگونڈا کا جھونپڑہ باہر سے بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ متوحش نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی عجب طلسمی ماحول تھا۔ جگہ جگہ چمکدار پتھر رکھے ہوئے تھے جن سے قوسِ قزح پھوٹ رہی تھی۔ پُورا جھونپڑا ان پتھروں سے روشن تھا۔ پتھروں کے بنے ہوئے کارنس پر انسانی کھوپڑیاں قطار سے رکھی ہوئی تھیں۔ اِن کھوپڑیوں کی آنکھوں میں بھی چمکدار پتھر لگے ہوئے تھے۔ بھیانک شکل کے جانور۔ پرندے دیواروں سے چپکے ہوئے تھے ۔ اور ایک جانب ۔ ایک چوڑے پتھر پر گول شیشے میں سفید ناگن پھن کاڑھے بیٹھی تھی۔ اُس کی ننھی ننھی چمکدار آنکھیں راکی پر جمی ہوئی تھیں ۔! راکی سفید ناگن کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی ۔ اور راگونڈا کا بھیانک قہقہہ گونج اُٹھا۔
"دیکھ لے راکی ۔ یہ میری غلام ہے ۔ دیکھ تیری دیوی میری غلام ہے ۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ۔ نادان لڑکی خوشی سے اپنے آپ کو میرے حوالے کردے ۔ اگر تو نے مجھے خوش کردیا تو میں تیرا جرم معاف کردوں گا ۔ اور پھر بستی بھر میں کون ہے جو تیری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے گا! آ ۔ میرے بازوؤں میں آجا ۔ آ ۔ اپنے جسم کے ایک ایک انگ کو میرے لئے وقف کردے!" راگونڈا نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور راکی کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے بڑھا ۔ اُس وقت راکی کے ذہن میں چنگاریاں بھر گئیں ۔ ڈنگو نے اُس کے لئے جان دے دی تھی اور وہ زندہ تھی ۔ راگونڈا کی منحوس قوتوں کا خوف اُسی وقت تک تھا جب تک زندگی کی پرواہ تھی ۔ لیکن اب ۔ ڈنگو کی موت کے بعد موت میں آخری پناہ تھی ۔ اور جب موت کو گلے لگانا ہے تو راگونڈا کی آغوش کیوں ۔ وہ شیرنی کی طرح تن کر کھڑی ہوگئی ۔ لیکن راگونڈا نے اُس کی یہ کیفیت نہیں دیکھی ۔ وہ ہوس کے نشے میں مست آگے بڑھ رہا تھا ۔ اور پھر وہ راکی کے بالکل نزدیک پہنچ گیا ۔ اُسوقت راکی کے حلق سے غرّاہٹ نکلی اور اس کے تیز ناخن راگونڈا کے چہرے کی طرف لپکے، راگونڈا کے شیطانی چہرے پر خون اُگلتی لکیریں بے حد بھیانک لگ رہی تھیں ۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا، لیکن اب اُس کی آنکھوں میں خون ہی خون تھا ۔
"بے ادب لڑکی ۔ تو نے راگونڈا پر حملہ کرنے کی جسارت کی ہے ۔ سُن اپنا انجام سُن ۔ ابھی چند ساعت کے بعد تو اپنا لباس اپنے جسم سے جُدا کردے گی اور پھر تو خود کو میرے سامنے پیش کرے گی ۔ میں تیرے جسم کو بھیڑیئے کی طرح بھنبھوڑ دوں گا ۔ اور جب میری خواہش کی تکمیل ہوجائے گی تو میں تیرے جسم پر ایسا پانی ڈالوں گا کہ تیری یہ چمکدار سیاہ کھال تیرا جسم چھوڑ دے گی ۔ پُورے جسم پر گوشت ہی گوشت نظر آئے گا ۔ جس میں باریک باریک سوراخ ہوں گے اور اُن میں سے ہر سوراخ میں درجنوں کیڑے ہوں گے ۔ یہ کیڑے دن رات ان سوراخوں کو گہرا کرتے رہیں گے اور تو پُوری بستی میں خارش زدہ کُتیا کی طرح چیختی پھرے گی ۔ یہ میرا عہد ہے ۔ اور پُوری بستی جانتی ہے کہ راگونڈا جو عہد کرتا ہے وہ ضرور پُورا ہوتا ہے ۔
راگونڈا کے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھ گئے ۔ لیکن راکی کارنس پر رکھی ہوئی کھوپڑیوں کے قریب پہنچ چکی تھی ۔ اُس نے ایک کھوپڑی اُٹھائی اور پُوری قوت سے راگونڈا پر دے ماری ۔ کھوپڑی راگونڈا کے سر پر پڑی تھی اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا ۔ اس اثنا میں راکی نے دوسری کھوپڑی اُٹھالی تھی ۔ لیکن راگونڈا نے جھکائی دے کر وار بچالیا ۔ راکی بھوکی شیرنی بن گئی تھی ۔ وہ جو کچھ ہاتھ میں آرہا تھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی اور راگونڈا خود کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا ۔ وہ سنبھلنے نہ پارہا تھا کہ اپنے جادو سے راکی کو بے بس کردے ۔ جھونپڑے کی ہر چیز تتر بتر ہوگئی تھی اور اس وقت وہ خوف و دہشت سے چیخ اُٹھا جب راکی نے وہ شیشہ اُٹھا لیا جس میں سفید ناگن قید تھی ۔
"اسے رکھ دے راکی ۔ اسے رکھ دے ۔ میں ۔ میں" اُس نے جُملہ بھی پُورا نہ کیا تھا کہ راکی نے شیشہ بھی اُس پر اُچھال دیا ۔ راگونڈا نے شیشہ دونوں ہاتھوں میں لینے کی کوشش کی لیکن اُس میں کامیاب نہ ہوسکا ۔ اور دوسرے لمحے شیشہ ایک دھماکے سے ٹوٹ گیا ۔ سفید ناگن کی مسرت بھری پُھنکاریں گونجنے لگیں ۔ اور راگونڈا اُس کی طرف لپکا ۔
"آہ ۔ سفید ناگن آزاد ہوگئی" اُس کے حلق سے نکلا لیکن اس اثنا میں ناگن بل کھاتی ہوئی جھونپڑے کے ایک سوراخ سے باہر نکل گئی تھی ۔ راگونڈا راکی کو بھول گیا تھا ۔ دوسرے لمحے وہ آندھی اور طوفان کی طرح جھونپڑے کے دروازے کی طرف دوڑا اور باہر نکل گیا ۔ راکی کو اس سے اچھا موقع اور نہ مل سکتا تھا ۔ چنانچہ وہ خاموشی سے دروازے سے باہر نکل کر تاریکی میں گم ہوگئی ۔

شیر دل اکو دا اس سے قبل کبھی نہ رویا تھا۔ لیکن آج اس کی آنکھوں کی کوریں بھیگی ہوئی تھیں۔ اُسے خوشی تھی کہ اُس کی بیوی جھونپڑے میں نہیں ہے ورنہ اُسے شرم سے خودکشی کرنی پڑتی۔ بھلا مرد کی آنکھوں میں آنسوؤں کا تصوّر بھی کتنا شرمناک ہے۔ لیکن آج اُسے اپنے دل پر قابو نہیں رہا تھا۔ ڈنگو۔ اُس کا بچپن کا دوست آج اُس سے جُدا ہو گیا تھا۔ اُنھوں نے بچپن ساتھ گذارا تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ اکو دا سردار بن گیا تھا لیکن ڈنگو اسی طرح اس کا دوست تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بے تکلّف تھے۔ لیکن۔ سردار اکو دا کتنا بے بس تھا۔ وہ اس بستی میں اپنے دوست کو خوشیاں نہیں دے سکتا تھا اور اس کی وجہ شیطان راگونڈا تھا۔! راگونڈا۔ پُراسرار جادوگر۔ لیکن اکو دا اُس کے جادو سے خوفزدہ نہیں تھا۔ وہ سردار تھا۔ وہ خود بھی جادوگر تھا اور سرداری کا "منکھ" اُس کے بازو پر بندھا ہوا تھا جس کی وجہ سے کوئی جادو اُس پر اثر نہیں کر سکتا تھا لیکن۔ سفید ناگن راگونڈا کے قبضے میں آگئی تھی۔ اور اب راگونڈا سے مقابلہ اکو دا کے بس میں بھی نہیں رہا تھا۔ کاش اُس کے قبضے میں سفید ناگن نہ ہوتی۔ تب وہ دیکھ لیتا راگونڈا کو۔ یوں تو پورے قبیلے میں راگونڈا سب سے بڑا جادوگر تھا لیکن سرداری کے "منکھ" کی وجہ سے اُس کا جادو اکو دا پر نہیں چل سکتا تھا۔ یہ منکھ دیوتا کا تحفہ تھا اور پُشتہا پُشت سے سرداروں میں منتقل ہوتا آرہا تھا۔ یہی سرداری کا نشان تھا اور اسی سے سردار کی عظمت تھی لیکن "منکھ" کی طاقت خاص حالات میں ہی استعمال کرنے کی اجازت تھی اور اگر راگونڈا سفید ناگن کا مالک نہ ہوتا تو اس وقت اکو دا اس سے ٹکرا جاتا۔ لیکن سفید ناگن سفید دیوی کا دوسرا رُوپ تھی۔ اور دیوی راکشش کے قبضے میں تھی ایسی صُورت میں وہ راگونڈا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ لیکن ڈنگو کو روکنا بھی اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ڈنگو، راکی سے عشق کرتا تھا، وہ کسی قیمت پر یہ پسند نہ کرتا کہ راکی راگونڈا کی خلوت میں جائے۔ خواہ کچھ بھی ہو جاتا۔ چنانچہ اکو دا نے دل پر جبر کر کے فیصلہ کیا کہ ڈنگو کو راکی کے ساتھ مانڈی کی سرحدوں سے نکال دیا جائے۔

اور آج اُس نے اپنے فیصلے پر عمل کر ڈالا تھا۔ ڈنگو یہاں سے چلا گیا تھا اور اس کا دل خالی ہو گیا۔ ڈنگو جیسے دوست کی جُدائی اسے بہت شاق گذری تھی۔ اور اُس کی آنکھوں نے دوست کی جُدائی کے آنسو بہائے تھے۔ تقریباً پُوری رات گذر گئی تھی اور اُسے نیند نہ آئی تھی۔ صبح ہونے میں بہت دیر نہیں باقی رہ گئی تھی۔ اُس کے جھونپڑے کا دروازہ بند تھا کہ اچانک اُس نے جھونپڑے کے دروازے پر آہٹ سُنی اور چونک پڑا۔ دوسرے لمحے اُس کا ہاتھ برابر رکھے چوڑے کھانڈے کی طرف اُٹھ گیا اور کھانڈے کا دستہ اُس کے مضبوط شکنجے میں آگیا۔ وہ بستر سے اُٹھ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ کوئی پُوری قوت سے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اکو دا کی آنکھوں میں پُراسرار چمک پیدا ہو گئی اُس نے ایک ہاتھ سے دروازہ کھولا دوسرے سے کھانڈا سنبھالا اور پھر دوسرے باہر کھڑے ہوئے شخص کو بالوں سے پکڑ کر اندر کھینچ لیا۔! ایک ہلکی سی نسوانی چیخ سنائی دی۔ اور اکو دا کا کھانڈے والا ہاتھ اُٹھتے اُٹھتے رہ گیا۔ یہ چیخ راکی کی تھی اُس کے سامنے راکی پڑی ہوئی تھی جس کے خدوخال بگڑے ہوئے۔ اُس کے بالوں کے پھول نُچے ہوئے تھے۔ حالانکہ رات کو جب وہ ڈنگو کے ساتھ سرحد پار کرنے جا رہی تھی تو اُس کا حُسن پھُوٹا پڑ رہا تھا۔ لیکن اُس وقت کی راکی اور اب کی راکی میں بہت فرق تھا۔ اس وقت ایک اُجڑی ہوئی عورت اُس کے سامنے پڑی تھی۔ دوسرے لمحے اکو دا نے کھانڈا پھینک دیا۔ وہ بے قراری سے نیچے جھکا اور اُس نے راکی کے دونوں شانے پکڑ کر اُسے کھڑا کر دیا۔

"راکی تو۔۔۔ تو واپس کیسے آگئی۔ کیا ڈنگو بھی واپس آگیا۔ یا اُس نے بدعہدی کی۔ کیا ہوا جلدی بول؟" اُس نے راکی کے شانے جھنجھوڑتے ہوئے کہا

"تیرا ڈنگو واپس نہیں آیا اکو دا۔ صرف میں واپس آئی ہوں۔ ڈنگو اب کبھی واپس نہیں آئے گا کیونکہ راگونڈا نے اُسے ہلاک کر دیا ہے"

"کیا بکتی ہے" اکو دا کی دہاڑ اتنی بلند تھی کہ دُور دُور کے جھونپڑوں کے لوگ جاگ گئے۔ کھانسیوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

"میرے سامنے کیوں چیخ رہا ہے اکو دا۔ میں تو مظلوم ہوں۔ کیا تو صرف مظلوم پر چیخ سکتا ہے۔ کیا ظالم کے گریبان تک تیرے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے۔ ہم سرحد کے قریب پہنچ گئے تھے کہ ظالم راگونڈا ہمارے سر پر پہنچ گیا۔ اُس نے جادو کے نیزے سے ڈنگو کو ہلاک کر دیا اور پھر مجھے اپنے جھونپڑے میں لے آیا۔ وہ مجھے اپنی آغوش میں لینا چاہتا تھا۔ لیکن۔ میں عورت ہوں۔ میں ڈنگو سے سچی محبت کرتی تھی۔ میں نے راگونڈا کی تمام قوتیں فراموش کر دیں میں نے اُس سے مقابلہ کیا اور اُس کے چنگل سے نکل کر تیرے پاس آگئی تا کہ تجھے اپنی فریاد سُنا دوں"

"دیوتاؤ۔ دیوتاؤ۔ مجھے معاف کر دینا۔ سفید ماں۔ مجھ پر رحم کرنا۔ آج میں تمہاری بھی پرواہ نہیں کروں گا! میں انتقام چاہتا ہوں، میں انتقام لوں گا، میں سفید ناگن کو بھُلا دوں گا۔ میں جان دینا چاہتا ہوں" اکو دا نے کہا اور دوبارہ کھانڈا اُٹھا لیا۔

"سفید ناگن اُس کے قبضے سے نکل گئی ہے اکو دا۔ اب وہ صرف راگونڈا ہے۔ صرف جادوگر راگونڈا۔ سفید ناگن کا مالک نہیں ہے"

"کیا؟" اکو دا اچھل پڑا۔ "کیا کہہ رہی ہے تو راکی؟"

ہاں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ سفید ناگن کا شیشہ میں نے اس پر دے مارا۔ سفید ناگن نکل گئی۔ وہ سفید ناگن کے پیچھے ہی تو دوڑا تھا۔ ورنہ میں اس کے چنگل سے نہ نکل سکتی۔"

"سفید ناگن آزاد ہو گئی ہے۔ سفید ناگن نکل گئی ہے۔" اکودا خوشی سے چیخا۔ اور پھر وہ اپنا کھانڈا لے کر باہر نکل گیا۔ پوری بستی اُس کی پُرمسرت آوازوں سے گونج رہی تھی۔ "سفید ناگن آزاد ہو گئی ہے۔ مانڈی والو۔ جاگ جاؤ۔ راگونڈا کے ظلم سے نجات ملنے والی ہے۔ چلو اسے تلاش کریں۔" اور سوتے ہوئے لوگ آنکھیں ملتے ہوئے جھونپڑوں سے باہر آ رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں سردار اکودا کی آوازوں سے پُوری بستی جاگ اُٹھی۔ اور پھر وہ سب راگونڈا کے بڑے جھونپڑے کی طرف چل پڑے۔ انھوں نے راگونڈا کے جھونپڑے کا محاصرہ کر لیا تھا۔ پھر اکودا چند لوگوں کے ساتھ جھونپڑے میں داخل ہو گیا۔ اُس کے چوڑے کھانڈے کو راگونڈا کی تلاش تھی لیکن راگونڈا وہاں موجود نہیں تھا۔ البتہ سفید ناگن کا شیشہ ٹوٹا پڑا تھا اور جھونپڑے کی حالت راکی کے الفاظ کی تائید کرتی تھی۔

"نکل کر کہاں جائے گا! چاروں طرف پھیل جاؤ۔ سرحدیں بند کر دو۔ راگونڈا بچ کر نکل گیا تو میں پُوری بستی کو آگ لگا دوں گا اور خود بھی اس آگ میں جل مروں گا۔ یاد رکھنا یہ سردار کا عہد ہے۔ یہ ایک مرد کا قول ہے۔" اکودا نے کہا اور بستی کے لوگ سراسیمہ ہو کر چاروں طرف دوڑنے لگے۔

ہر نگاہ میں نفرت و حقارت تھی۔ ہر شخص جلد سے جلد اس شیطان کی موت کا خواہاں تھا۔ لیکن ابھی کچھ دیر تھی۔ ڈنگو کی لاش کو دریا برد کرنے کی رسم ادا کی جا رہی تھی۔ ڈنگو کی لاش بانسوں اور پھولوں کے بنائے ہوئے ایک گہوارے سے بندھی ہوئی تھی۔ اُس کے جسم پر رنگین مٹی سے بہت سے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ پروں کے ہار اور تاج اس کے جسم اور چہرے پر سجے ہوئے تھے۔ ماتمی ڈھول بج رہا تھا۔

پھر آخری رسم کا وقت آ گیا۔ سردار اکودا نے اپنے ہاتھوں سے بانسوں کا گہوارہ اُٹھایا۔ دوسرے کچھ لوگوں نے اُس کی مدد کی اور پھر گہوارے کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔ لہریں تیزی سے گہوارے کو دُور لے جانے لگیں۔ اکودا اور دوسرے لوگ خاموش کھڑے تھے۔ وہ اس وقت تک وہاں کھڑے رہے جب تک گہوارہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ جونہی اُس کی آخری جھلک بھی معدوم ہوئی اچانک اوپر پہاڑی پر انتقام کے ڈھول بج اُٹھے اور اکودا چونک پڑا۔ اُس کے دانت بھنچ گئے۔ اور پھر وہ اوپر پہاڑی کی طرف دوڑا جہاں راگونڈا رسیوں سے بندھا کھڑا تھا۔ اکودا نے اسے جنگلوں میں تلاش کر لیا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح سفید ناگن کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا اور پھر راگونڈا کے لئے وہی موت تجویز کی گئی جو بدترین انسانوں کے لئے ہوتی ہے۔ پُورے قبیلے والوں نے اس کی تائید کی تھی۔ اب کوئی راگونڈا سے خوفزدہ نہیں تھا۔ گرفتاری کے وقت اُس نے اپنے جادو سے کام لینے کی کوشش کی تھی لیکن اکودا نے اُسے اپنے ہاتھوں سے گرفتار کیا اور راگونڈا کا جادو اُس پر نہ چل سکا۔

تھوڑی دیر کے بعد راگونڈا اوپر پہنچ گیا۔ دوسرے لوگ بھی اُس کے ساتھ ہی تھے! اکودا راگونڈا کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا! "کیا تو اپنی موت کے لئے تیار ہے راگونڈا؟" اُس نے گرجدار آواز میں کہا۔

"کیا تیرے خیال سے میں رحم کی بھیک مانگوں گا!" راگونڈا نے رعونت سے کہا۔

"عقلمند ہے۔ تو جانتا ہے کہ بستی کا ہر فرد تیرے اوپر رحم کرنا جرم سمجھتا ہے۔" اکودا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور راگونڈا کے ہونٹوں پر بھی ایک پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں جانتا ہوں اکودا، لیکن تو اور بستی کے لوگ بھی جان لیں راگونڈا تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں واپس آؤں گا۔ میں ضرور واپس آؤں گا اور بستی والے پناہ تلاش کریں گے۔ اُن پر آگ و خون کی بارش ہو گی سفید دیوی میری غلام ہو گی۔ اور اس وقت کوئی میرے جادو کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا!"

"ہم اس وقت کا انتظار کریں گے راگونڈا۔ ہم اُس وقت بھی تجھے کتّے کی موت مار دیں گے۔ سفید دیوی ہماری مدد کرے گی۔ ہاں۔ وہ ہماری مدد کرے گی۔" اکودا نے کہا اور پھر اُس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور چھ آدمی باہر نکل آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے نیزے تھے۔ اُن کے پیچھے چار آدمی اور تھے جن کے ہاتھوں میں تیر کمان تھے! وہ لوگ نیزے والوں کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اور پھر اکودا ایک نیزہ لئے ہوئے سامنے آ گیا۔ راگونڈا ان سب کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں تمسخرانہ مسکراہٹ تھی۔ لیکن جب اکودا نیزہ لے کر سامنے آیا تو اس کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔

"یہ تو بستی کی رسم کے خلاف ہے۔ تمہارے ہاتھ میں نیزہ کیوں ہے اکودا؟" اُس نے کہا۔

"تو نے میرے دوست ڈنگو کو قتل کیا ہے۔ میرے نیزے کی

انی تیرے ناپاک خون سے نہ بھیگی تو میرا فرض پورا نہ ہوسکے گا۔" اکودا نے جواب دیا۔ اور راگونڈا گھبرائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ لیکن کسی نے اکودا کی بات کی مخالفت نہیں کی تھی! اکودا کے اشارے پر چند وحشی آگے بڑھے اور اُنھوں نے راگونڈا کے جسم کے گرد کسی ہوئی رسّیاں کھول دیں۔ راگونڈا ہاتھ پاؤں ہلا کر خون کو گردش دینے لگا! اور نیزہ برداروں نے نیزے تان لئے۔ پھر ڈھول پر تھاپ پڑی اور اکودا نے راگونڈا کو بھاگ جانے کا اشارہ کیا۔ راگونڈا نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک سمت متعیّن کر لی۔ جونہی وہ بھاگنے کے لئے پلٹا ایک چھوٹا نیزہ اس کی طرف لپکا اور اُس کے بائیں کولہے کو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔

راگونڈا نے بھاگنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ نیزے والے وحشی اُس کے پیچھے دوڑ دوڑ کر اُس پر نیزے پھینک رہے تھے۔ یہ نیزے راگونڈا کے جسم کو زخمی کر رہے تھے لیکن وہ بھاگ رہا تھا۔ وحشی بُری طرح چیخ رہے تھے قہقہے لگا رہے تھے۔ چھ نیزے استعمال ہو چکے تو تیر اندازوں کی باری آئی۔ وہ باری باری بھاگتے ہوئے راگونڈا پر نشانے لگانے لگے۔ تیر راگونڈا کے جسم میں جگہ جگہ پیوست ہو گئے تھے۔ اکودا ابھی تک اپنا نیزہ تولے کھڑا تھا اور راگونڈا کافی دُور نکل گیا تھا۔ اُس کا رُخ اُس پہاڑی کٹاؤ کی طرف تھا جس کے دوسری طرف کافی گہرائی میں دریا بہتا تھا۔ تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو گئے۔ راگونڈا کے جسم میں بیشمار تیر پیوست تھے لیکن ابھی تک اُس کے حلق سے چیخ کی آواز نہیں نکلی تھی۔ وہ مسلسل دوڑ رہا تھا۔ تب اکودا کی باری آئی۔ اُس کے حلق سے ایک وحشیانہ دہاڑ نکلی اور وہ تیزی سے راگونڈا کی طرف دوڑا۔ راگونڈا نے بھی دوڑنے کی رفتار تیز کر دی۔ اُس نے کئی بار پلٹ کر پیچھے بھی دیکھا۔ شاید وہ اکودا کے نیزے سے بچنا چاہتا تھا اور عین اُس وقت جب وہ کٹاؤ کے نزدیک پہنچا تھا، اکودا کے ہاتھ سے نیزہ نکلا اور راگونڈا کے شانے میں پیوست ہو گیا۔ پہلی بار راگونڈا کی وحشتناک چیخ اُبھری اور اس کے ساتھ ہی وہ کٹاؤ سے نیچے جا پڑا۔

اکودا رُک گیا۔ تمام وحشی اُس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ وہ سب راگونڈا کا انجام دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن چند دھماکے سُنائی دیئے اور اس کے ساتھ زمین ہلنے لگی! زلزلہ آ گیا تھا۔ چیختے ہوئے وحشی خاموش ہو گئے۔ اُن کے چہروں پر خوف کے آثار اُبھر آئے تھے اور زمین برابر ہل رہی تھی۔ دوسرے لمحے اکودا گھٹنوں کے بل جھک گیا اور تمام وحشی سجدے میں گر گئے۔ وہ زلزلے سے پناہ مانگ رہے تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

تیز و تند لہریں اسے تنکے کی طرح بہائے لئے جا رہی تھیں اُس نے بھی خود کو لہروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ لیکن وہ پوری طرح ہوش و حواس میں تھا۔ یوں تو اُس کے جسم میں بیشمار زخم تھے۔ بہت سے تیر ابھی تک جسم میں پیوست تھے لیکن ان میں سے کوئی زخم اسے تکلیف نہیں پہنچا رہا تھا سوائے ایک زخم کے۔ اور یہ زخم اکودا کے نیزے کا تھا۔ عام لوگوں کے ہاتھوں سے لگائے زخم اُس کے لئے بے حقیقت تھے۔ لیکن اکودا بازو پر دیوتاؤں کا منکھ بندھا ہوا تھا۔ صرف اُس کا وار کارگر تھا اور راگونڈا کے پاس اِس وار کا توڑ نہیں تھا۔ چنانچہ وہی زخم راگونڈا کے لئے خطرناک تھا۔ وہ تو غنیمت تھا کہ اکودا کا نیزہ اُس کے پہلو میں نہیں لگا تھا ورنہ اُس کی موت کبھی واقع ہو چکی ہوتی۔

وہ مانڈی سے بہت دُور نکل آیا تھا۔ نہ جانے کہاں تک۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ دریا کہاں تک بہتا ہے۔ لیکن اب اسے خشکی کی تلاش تھی۔ خشکی ملنا ضروری تھا ورنہ اکودا کے نیزے کا زخم خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ خشکی تلاش کر رہا تھا۔! اور پھر دوسرے لمحے اُس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اُس نے بائیں سمت دیکھا جہاں درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ اور پھر پوری قوت مجتمع کر کے وہ پلٹا اور لہروں کی مخالف سمت تیرنے لگا۔ اُس کا ایک بازو بیکار تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہونٹ دانتوں میں دبائے تیر رہا تھا اور اُس کے بازوؤں کی کاٹ نے لہروں کو شکست دے دی۔ وہ تیز بہاؤ کو کاٹتا ہوا کنارے کی طرف بڑھنے لگا اور تھوڑی دیر بعد وہ کنارے پر اُگے ہوئے سرکنڈوں کی جڑیں پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔

اپنے جسم کی پوری قوّت صرف کر کے وہ اوپر کھسکا اور پانی سے نکل آیا۔ سرکنڈوں میں جگہ نہیں تھی لیکن اُس نے اُن میں جگہ بنا ہی لی اور کروٹ کے بل لیٹ گیا۔ کیونکہ پشت میں تیر پیوست تھے۔ چند منٹ اسی طرح لیٹا گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ پھر اُس نے ہاتھ موڑ کر پشت سے تیر نکالے اور چت لیٹ گیا۔ اُس کی نگاہیں آسمان میں گڑی ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح لیٹا رہا اور جب سانسوں کی آمد و رفت ٹھیک ہو گئی تو وہ ایک کراہ کے ساتھ اُٹھ بیٹھا۔ بیٹھنے کے بعد اُس نے بازو کے زخم کو دیکھا اور پھر جسم کے چھوٹے چھوٹے زخموں کو دیکھنے لگا جن سے خون رِس رہا تھا۔

اس نے سرکنڈوں کی جڑوں میں جمی ہوئی کیچڑ کی ایک مٹّھی بھری اور اسے سر سے بلند کر کے ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ پھر اس نے وہ مٹّی اپنے زخموں پر مل لی لیکن شانے کے زخم کو اس نے اسی طرح چھوڑ دیا تھا۔ کیچڑ نے حیرت انگیز اثر

دکھایا، اس کے تمام زخم مندمل ہو گئے تھے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ بلند کیا اور پانی کا ایک برتن اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ جسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس نے منہ سے لگا لیا۔ پانی پینے کے بعد اس نے برتن ایک طرف ڈال دیا! اور ایک مضبوط سرکنڈے کا سہارا لیکر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے حلق سے زخمی بھیڑیے کی سی غراہٹیں نکل رہی تھیں۔ وہ سرکنڈوں کے جھنڈ میں راستہ بناتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔ لیکن ابھی وہ چند ہی قدم گیا ہو گا کہ دفعتاً اس کے کانوں میں کسی بچے کے رونے کی آواز گونجی اور وہ چونک کر رک گیا۔

اس ویرانے میں یہ کیسی آواز ہے۔ کہاں سے آئی ہے۔ اس کی تیز نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں لیکن کچھ نظر نہیں آیا۔ پھر اس نے قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ ایک بار پھر وہی آواز اس کے کانوں میں گونجی اور اس بار مسلسل گونجتی رہی۔ آواز سے ہی اس نے سمت کا اندازہ لگایا اور اس کے قدم تیز تیز اٹھنے لگے۔ بچہ مسلسل روئے جا رہا تھا۔ تھوڑی دور چل کر اس کی نگاہ سرکنڈوں کے ایک جھنڈ کی جڑ میں پڑی ہوئی کسی سفید چیز پر پڑی اور وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ رونے کی آواز اسی میں سے آ رہی تھی۔ قریب پہنچ کر اس نے دودھ جیسے رنگ کی اس بچی کو دیکھا جو آدھی پانی میں ڈوبی ہوئی تھی اور آدھی ایک سرکنڈے کی جڑ میں پھنسی ہوئی۔ اس کے جسم کا لباس جھاڑی میں اس طرح پھنس گیا تھا کہ کنارے کی لہریں اسے وہاں سے آگے نہ لے جا سکی تھیں۔!

راگونڈا کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے۔ وہ دہشت زدہ نظروں سے اس بچی کو دیکھنے لگا! اور اس کے ذہن میں ایک لفظ گونجا — ! سفید دلوی۔ سفید ناگن کا حقیقی روپ۔ اور وہ اس روپ سے خوفزدہ تھا ناگن کے روپ میں تو اس نے اپنے منتر کے سہارے اسے قبضے میں کر لیا تھا لیکن یہ روپ۔ کیا وہ اس روپ میں بھی سفید دلوی کو قبضے میں کر سکتا ہے عجیب سی کیفیات اس کے ذہن میں تھیں۔ ایک طرف اس کے دل میں یہ جذبہ کروٹیں بدل رہا تھا کہ سفید دلوی کو اس کے حقیقی روپ میں قبضے میں لے لے تو دوسری طرف یہ خوف بھی دامنگیر تھا کہ دلوی اس سے انتقام لینے پر نہ تُل جائے۔ ممکن ہے وہ اس کے جسم سے مس ہو کر اس کا جادو سلب کر لے۔

بچی مسلسل روئے جا رہی تھی۔ روتے روتے اس کی آواز بھی بیٹھ گئی تھی۔ وہ تھک کر چپ ہو جاتی اور پھر رونے لگتی۔ نہ جانے کیوں اس کے رونے کی آواز راگونڈا جیسے وحشی انسان کو متاثر کر رہی تھی۔ چند لمحات امید و بیم کی کیفیت میں گذارنے کے بعد وہ بچی پر جھک گیا۔ اس نے اسے ہاتھ لگانے کی کوشش کی اور بچی جو ایک لمحے کے لئے چپ ہو گئی تھی پھر رونے لگی۔ اس کی آواز سن کر راگونڈا بری طرح اچھل پڑا اور خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ بچی کے ننھے ننھے بازو اس کی طرف لپک رہے تھے۔ اس کی نیلی معصوم آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔

"تو — تو مجھ سے انتقام تو نہ لے گی۔ بول۔ تو مجھ سے انتقام تو نہ لے گی —؟" راگونڈا اس سے پوچھنے لگا! اور بچی روتی رہی۔ "اگر تو میرے ساتھ مل جائے تو — تو پھر کون ہے جو میرا مقابل ہو۔ ماٹری، کرونڈا اور آس پاس کی دوسری بستیاں میری غلام ہوں، ہاں۔ میں اور تو مل کر اس پورے علاقے پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم پرانی رنجشیں بھلا دیں۔ آ— میں تجھے سہارا دوں۔ تو مجھے سہارا دے۔ میں تیری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ راگونڈا نے بچی کا ننھا سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بچی خاموش ہو گئی۔ وہ معصوم نظروں سے ٹکر ٹکر اسے دیکھتی رہی، تب راگونڈا کی ہمت بڑھی۔ اس نے بچی کا لباس سرکنڈے کی جھاڑی سے نکالا، اور اسے گود میں لے لیا۔

"تیرا یہ روپ بڑا حسین ہے سفید دلوی۔ بلاشبہ تیرا یہ روپ دل کو موہ لینے والا ہے۔ راگونڈا نے اپنا سب کچھ تجھ پر وار دیا ہے صرف تیری دوستی کی آس میں۔ چل۔ میرے ساتھ چل۔ میں تجھے پروان چڑھاؤں گا۔ میں اس وقت تک تیرا انتظار کروں گا جب تک تیرا جادو پورے علاقے کے انسانوں کو مسحور نہ کر دے!" راگونڈا نے بچی کو سینے سے لگا لیا اور اس دوران وہ اپنے شانے کے زخم کی تکلیف بھی بھول گیا۔ اسے یاد ہی نہ رہا کہ اس کے شانے میں کوئی زخم ہے۔ اس کے جسم سے لگی ہوئی کیچڑ سے بچی کا لباس بھی گندا ہو گیا تھا۔ وہ اسے سینے سے لگائے چلتا رہا۔ اور پھر سرکنڈوں کے علاقے سے نکل کر درختوں کے درمیان آ گیا چاروں طرف کسی انسان کا پتہ نہیں تھا البتہ درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ پھل پھول لدے ہوئے ہوا سے جھوم رہے تھے۔ درختوں کے درمیان ایک قدرے صاف ستھری جگہ پہنچ کر راگونڈا نے بچی کو زمین پر لٹا دیا۔ اور پھر قریب سے سوکھی گھاس اور پتے وغیرہ توڑ کر ایک جگہ جمع کئے انہیں ترتیب سے بچھایا اور ایک نرم بستر بنا لیا۔ بچی کو بستر پر لٹانے کے بعد وہ وہاں سے دور ہٹ گیا اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیئے، چند لمحات وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑاتا رہا۔ اور پھر ہاتھ گرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا! پھر اس کا ہاتھ ایک طرف اٹھ گیا۔ اس نے سیاہ رنگ کی ایک بھیڑ کو ایک طرف سے آتے دیکھا

تھا۔ بھیڑ اس کے ہاتھ کے اشارے پر اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے بھیڑ کو نیچے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بھیڑ بیٹھ گئی۔ تب اس نے بچی کو اٹھا کر بھیڑ کے تھنوں کے ساتھ لٹا دیا اور ایک تھن اٹھا کر اس کے منہ میں دے دیا بچی نہ جانے کب کی بھوکی تھی۔ وہ بھیڑ کے تھن سے لپٹ گئی اور بھیڑ اسے اپنی زبان سے چاٹنے لگی۔!

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

بابیلا دبے قدموں آگے بڑھی اسے خدشہ تھا کہ ہرنوں کا جوڑا اس کی آہٹ نہ سن لے۔ وہ جانتی تھی کہ اگر انہوں نے اس کے قدموں کی چاپ سن لی تو چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگ جائیں گے اور وہ اس دلکش تماشہ سے محروم رہ جائے گی جو اسے بے حد پسند تھا۔ پہلی بار یہ تماشہ اس نے اس وقت دیکھا تھا جب وہ ایک درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھی میٹھے پھل کھا رہی تھی۔ ہرنوں کا یہ جوڑا درخت کے عین نیچے اس کی نظروں کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے ہرنی کو ہرن کے جسم سے منہ رگڑتے ہوئے دیکھا۔ اسکے انداز میں عجیب سی کشش تھی۔ بابیلا اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس نے ہرن کو اپنی چھوٹی سی دم ہلاتے ہوئے دیکھا اور پھر ہرن بھی ہرنی کی محبت کا جواب محبت سے دینے لگا۔ دونوں ایک دوسرے میں سرشار تھے اور بابیلا کے جوان سینے میں ایک جوار بھاٹا سا اٹھ رہا تھا۔ اس کے جسم میں انگڑائیاں ٹوٹ رہی تھیں اس کی آنکھوں میں خمار سا آگیا تھا۔ وہ یہ عجیب و غریب کھیل دیکھتی رہی اس کے دل میں انجانی خواہشیں ابھرنے لگیں۔ کاش وہ بھی ہرنی ہوتی۔ اور کوئی ہرن اس سے اسی طرح پیار کرتا۔ وہ ان دونوں میں اتنی محو ہو گئی کہ اسے اپنا ہوش بھی نہ رہا۔ اور پھر جب وہ اونچی شاخ سے گری تو ہرنوں کا جوڑا اچھل کر بھاگ نکلا لیکن زمین پر آنے سے قبل وہ سنبھل گئی۔ اس نے اپنے سڈول جسم کی پوزیشن میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی اور پنجوں کے بل زمین پر آگئی۔ حالانکہ درخت کافی اونچا تھا لیکن اس نے تو انہیں درختوں کے درمیان ہوش سنبھالا تھا۔ وہ انہیں درختوں پر کلیلیں کرتی پھرتی تھی وہ نزدیک کے ایک درخت سے دوسرے درخت پر بہ آسانی چھلانگ لگا سکتی تھی۔ خطرناک پہاڑیوں کے گہرے خلا کو بہ آسانی عبور کر سکتی تھی۔ پھر درخت سے گرنا اس کے لئے کیا اہمیت رکھتا تھا! لیکن ہرنوں کے جوڑے کے اس کھیل نے اس کے دل میں ایک طوفان برپا کر دیا تھا۔ اس نے کئی بار ایسے کھیل دیکھے تھے۔ دریا میں تیرتے ہنس جب ایک دوسرے کے پروں میں سر چھپا لیتے تھے۔ درختوں پر بیٹھے پرندے جب چونچیں ملاتے تھے تو وہ انہیں کافی دلچسپی سے دیکھتی تھی۔ لیکن ہرنوں کے اس جوڑے کی محبت کو اس نے تفصیل سے دیکھا تھا اور اس کے دل میں انوکھی خواہشیں سر ابھارنے لگیں۔ اس کے بعد سے ہمیشہ وہ ہرنوں کے جوڑے کی تلاش میں رہتی۔ دریا کے کنارے ایک بار پھر اسے ہرنوں کا ایک جوڑا نظر آیا۔ اور وہ دلچسپی سے آگے بڑھ آئی۔ لیکن ہرنوں کا جوڑا اسے دیکھتے ہی چوکڑیاں بھرنے لگا! اسے بڑی مایوسی ہوئی اور وہ اسکی تلاش میں بہت دور نکل آئی۔ تب وہ اسے دوبارہ نظر آیا۔ لیکن اس نے بابیلا کی آہٹ پھر سن لی۔ اس نے بھاگنے کی تیاریاں کیں لیکن اس بار بابیلا اسے نہ جانے دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنا بایاں ہاتھ آگے کر لیا اور ہرن ساکت ہو گئے۔ وہ خوفزدہ نظروں سے بابیلا کو دیکھتے رہے، لیکن ان کے جسموں میں بھاگنے کی سکت نہ رہی، بابیلا نے انہیں چمکارا انہیں اپنا کھیل جاری رکھنے کی اجازت دی لیکن وہ اس کے سحر میں جکڑے خاموش کھڑے رہے۔ انہوں نے اپنا کھیل نہ شروع کیا۔ مایوس ہو کر بابیلا نے انہیں سحر سے آزاد کر دیا تو وہ پھر چوکڑیاں بھرتے ہوئے فرار ہو گئے بابیلا مایوس ہو گئی تھی۔ !اسے احساس ہو گیا کہ اس کا جادو ہرنوں کو مسحور تو کر سکتا ہے لیکن انہیں فطری حیثیت نہیں دے سکتا۔ ! چنانچہ اس وقت وہ بے حد محتاط تھی۔!

وہ خاموشی سے ایک درخت کے قریب پہنچ گئی اور پھر ہرنوں کو اس کے بلندی پر پہنچنے کا احساس بھی نہ ہوا۔ وہ اپنی محبت میں مشغول رہے اور بابیلا کے دل میں ہیجان اٹھنے لگا! اس کی پلکیں بوجھل ہو گئیں اور وہ ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھتی رہی۔ ہرنوں کا کھیل کافی دیر تک جاری رہا۔ اور پھر وہ خوشی خوشی ایک طرف دوڑ گئے!

لیکن بابیلا کے دل کی دنیا ڈانواڈول تھی۔ وہ بے حد نڈھال ہو گئی تھی۔ درخت سے اتر کر وہ سست قدموں سے اپنے جھونپڑے کی طرف چل پڑی۔ جو ایک بلند پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ جھونپڑے میں بابا راگونڈا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں تیرا انتظار کر رہا تھا بابیلا"۔ اس نے مسرت سے بھرپور آواز میں کہا۔ بابیلا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جھونپڑے میں پڑے ہوئے پیال کے ڈھیر پہ اوندھی گر پڑی اور اس کے جسم کے حسین خطوط نمایاں ہو گئے۔

"تو نے پوچھا نہیں بابی کہ آج میں خاص طور سے تیرا انتظار کیوں کر رہا ہوں"۔ راگونڈا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"بتا دو بابا۔!" بابیلا نے بوجھل لہجے میں کہا۔

"آج تو پورے انیس سال کی ہو گئی ہے۔ آج پھر ایک بار میں اپنی قسمت آزمانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میری انیس سال کی محنت آج

بار آور ہونے کے لئے ہے۔ میں ایک بار پھر مانڈی کی سرزمین پر قدم رکھونگا۔ اور مانڈی کے لوگوں کو اپنے قدموں میں جھکالوں گا اور تو میرے ساتھ ہوگی۔ میں تجھے مانڈی کے بارے میں بتارہا ہوں بابیلا۔ وہ بڑی خوبصورت بستی ہے۔ وہاں ہمارے جیسے بے شمار لوگ ہیں جو تجھ سے محبّت کریں گے تجھے پیار کریں گے کیونکہ تو ان کی دیوی ہے۔"

بابیلا کی سستی کافور ہوگئی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے نقوش ابھر آئے۔ "کیا تم سچ مچ مانڈی چلوگے بابا۔۔؟" اس نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ بابی۔ اب کون ہے جو مجھے مانڈی میں داخل ہونے سے روکے گا۔ اس رات کے لئے تو میں نے پورے انیس سال سخت محنت اور جفاکشی سے گذارے ہیں۔ اس رات کے لئے تو میں نے اپنے پُر اسرار غلاموں کو تیار کیا ہے۔ میرے غلام تیرے جلو میں چلیں گے اور مانڈی تیری تابع ہوجائے گی۔ سن بابی۔ آج سے انیس سال قبل میں مانڈی کا سب سے بڑا جادوگر تھا۔ پوری بستی میرے سامنے سرنگوں تھی، سردار اکودا کی حیثیت بھی میرے سامنے کچھ نہ تھی۔ لیکن پھر ایک سانحہ ہوا، سفید ناگن میرے قبضے سے نکل گئی جسے میں نے دھوکے سے پکڑ لیا تھا۔ اور سفید ناگن کے نکلتے ہی اکودا نے مجھے گرفتار کرلیا اس کے سرداری کے منکہ کے آگے میرا جادو کارآمد نہیں تھا۔ پھر سوالوں کہ انہوں نے مجھے ختم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی میرے جسم میں سینکڑوں زخم تھے اور اگر میں دریا نہ گرتا تو اکودا اپنے نیزے سے مجھے ہلاک کردیتا، دریا کی موجوں نے مجھے تیرے پاس پہنچا دیا اور میں نے سمجھ لیا کہ تو سفید دیوی ہے میرے دل میں پھر سے روشنی جاگ اٹھی اور بابیلا میں نے تجھے ایک ماں کی طرح پرورش کیا۔ اور آج تو ایک مکمل دیوی ہے، تیرے جادو کے سامنے بڑے بڑوں کا جادو ماند ہے۔ مجھے تیرے انیس سال پورے ہونے کا انتظار تھا۔ آج رات ہم مانڈی میں داخل ہوں گے اور سردار اکودا کے دن پورے ہوجائیں گے کیا تو تیار ہے۔۔؟"

"میں تیار ہوں بابا۔۔ اپنے جیسے لوگوں کو دیکھنے کی میرے دل میں شدید خواہش ہے۔ میں نے تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا بابا۔۔!" اور پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "بابا۔۔ کیا ہمارے جیسے دوسرے لوگ بھی جنگل کے جانوروں کی طرح ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں؟"

بوڑھے راگونڈا کے ہونٹوں پر ایک مکارانہ مسکراہٹ پھیل گئی!۔ "ہاں۔ وہ ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں۔ تو ایک نئی دنیا دیکھے گی اور میں اس نئی دنیا کی تمام نعمتیں تیری جھولی میں ڈال دوں گا"

"پھر کب چلوگے بابا۔۔؟" بابیلا نے بے قراری سے پوچھا

اور بوڑھا جھونپڑے سے باہر پھیلے ہوئے اجالے کو دیکھنے لگا۔!

"بس۔ سورج کی آخری کرن کو گم ہوجانے دے۔ ہمارا سفر شروع ہوجائے گا!"

اور سورج کی آخری کرن ڈوبتے ہی بوڑھا بابیلا کا ہاتھ پکڑے ہوئے دریا کے کنارے کی طرف بڑھ گیا جہاں اس کی تیار کی ہوئی کشتی موجود تھی۔ یہ کشتی اس نے درخت کے ایک تنے کو کھوکھلا کرکے بنائی تھی۔ اس نے بابیلا کو کشتی میں اپنے سامنے بٹھایا اور کشتی دریا کی مخالف سمت کھینے لگا! اس کے چہرے پر لاکھوں مسرتیں جگمگا رہی تھیں اور اس کی شیطانی آنکھوں کی چمک کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ اس کے بوڑھے بازوؤں میں بے پناہ قوّت آگئی تھی اور وہ بڑی تیزی سے کشتی کو مانڈی کی طرف لے جارہے تھے۔

بابیلا بھی خاموش تھی۔ اس کے دودھ جیسے چہرے پر امنگوں کے سائے لرز رہے تھے۔ اسے ان انسانوں کو دیکھنے کی خوشی تھی جو اس جیسے تھے۔ وہ انسان اسے پیار کریں گے، اس کے جسم سے منہ رگڑیں گے بالکل ہرنوں کے جوڑے کی طرح۔ اس کے جسم میں اس تصوّر سے سرور کی لہریں دوڑ جاتی تھیں کشتی سفر طے کرتی رہی۔ راگونڈا کے بازوؤں کی طاقت بدستور تھی، حالانکہ دریا کا بہاؤ بہت تیز تھا لیکن کشتی اس بہاؤ کو شکست دیتی آگے بڑھ رہی تھی اور اس وقت چاند اپنا ضروری سفر طے کرچکا تھا جب وہ مانڈی کے جنگلوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں بے شمار درخت پانی میں کھڑے ہوئے تھے اور ان درختوں کی وجہ سے دریا کا بہاؤ بہت سست ہوگیا تھا۔ راگونڈا نہایت احتیاط سے کشتی کو کنارے کی طرف کھینے لگا! اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کنارے پر اتر گئے۔

"آج پورے سترہ سال کے بعد میں اس سرزمین پر قدم رکھ رہا ہوں جہاں کبھی میری حکمرانی تھی جہاں کی کنواری دوشیزائیں میری دلہنیں تھیں جہاں کے لوگ میرے سائے سے خوف کھاتے تھے۔ آج وہی بستی پھر میرے قدموں کے نیچے ہے۔ بابیلا۔۔ تو جانتی ہے تو کون ہے۔ ہاں تو سفید دیوی ہے۔ ان لوگوں کی ان داتا۔ تجھے تیرا سبق یاد ہے نا۔۔؟"

"ہاں۔ بابا۔ مجھے میرا سبق یاد ہے۔" بابیلا نے جواب دیا۔

"تب!۔۔۔ ابھی چاند کا سفر باقی ہے۔ ہم اس وقت کو نہ جانے دیں۔ کل جب بستی کے لوگ جاگیں تو مسرتیں اور خوشیاں ان کی منتظر ہوں گی وہ سفید دیوی کو سینکڑوں برس کے بعد اپنے درمیان دیکھکر خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ۔

وہ تمام رنجشیں بھلا دیں گے اور ایک بار پھر مجھ سے محبت کرنے لگیں گے"
وہ بابیلا کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اور پھر ایک لمبا فاصلہ طے کر کے وہ
بستی میں داخل ہو گئے۔ پوری بستی محوِ خواب تھی۔ جھونپڑوں کے دروازے
بند تھے۔ راگونڈا اپنے سب سے بڑے دشمن اکوڈا کے جھونپڑے پر پہنچ گیا
اکوڈا کے جھونپڑے کے دروازے پر بدستور سرداری کا جھنڈا گڑھا ہوا تھا جو
بانس میں لگے ہوئے سروں اور خرگوش کی رنگین کھال سے بنا ہوا تھا۔!
راگونڈا نے طاقت صرف کر کے وہ بانس زمین سے اکھاڑا
اور ایک طرف پھینک دیا۔ پھر اس نے اکوڈا کے دروازے پر دستک دی
ایک بار، دوسری بار اور پھر تیسری دستک پر اکوڈا نے دروازہ کھول دیا۔
اس کے ہاتھ میں اس کا چوڑا اور تیز دھار والا کھانڈا دبا ہوا تھا۔ اس نے
گہری نظروں سے راگونڈا کو دیکھا اور اسے پہچاننے کی کوشش کرنے
لگا۔ وہ خود بھی بوڑھا ہو گیا تھا اور راگونڈا کی ہیئت بھی پہلے سے بہت
بدل گئی تھی۔ دیوتاؤں کا تحفہ منکہ اس کے بازو پر بدستور بندھا ہوا تھا۔!
اور جب اس نے راگونڈا کو پہچان لیا تو وہ حیرت سے اچھل
پڑا۔ "اوہ۔ شیطان جادوگر تو زندہ ہے ۔۔؟ تو زندہ ہے۔" اُوہ کھانڈے
کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ میں زندہ ہوں اندھے سردار ۔۔ تو نے اس وقت
بھی میری عظمت کو نہیں پہچانا تھا، اور آج بھی تیری آنکھوں پر غفلت
کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھ میرے ساتھ کون ہے۔ دیکھ اور میری
عظمت کو پہچان، راگونڈا کے ہوتے ہوئے بستی کی سرداری اور کوئی نہیں
کرسکتا۔ کیونکہ راگونڈا کو سفید دیوی کا تحفظ حاصل ہے۔ آ ۔۔ باہر ذرا
دیکھ سفید دیوی خود میرے ساتھ آگئی ہے۔ وہ میری سچائی کی گواہی دینے
کے لئے ایک بار پھر آسمان سے اتر آئی ہے کیا تو اسے بھی جھٹلائے گا!"

"سفید دیوی"۔ اکوڈا کا چہرہ ستا گیا۔ "کہاں ہے وہ؟"

"باہر۔ اندھے اکوڈا ۔۔ دیکھ وہ میرے ساتھ آئی ہے
وہ باہر تیری منتظر ہے۔" راگونڈا پیچھے ہٹ گیا اور اکوڈا باہر نکل آیا
اس نے بابیلا کو دیکھا اور کھانڈا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ دوسرے
لمحے وہ جھکا اور سجدے میں گر پڑا۔ راگونڈا کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ
پھیل گئی تھی۔ اس نے آنکھ سے بابیلا کو اشارہ کیا اور بابیلا کی گونجدار
آواز ابھری۔!

"دیوتاؤں کے مجرم ۔۔ اٹھ سیدھا کھڑا ہو جا کہ مجھے تیری
عبادت بھی قبول نہیں ہے۔ تو دیوتاؤں کا مجرم ہے اور اگر تیری زندگی
کی کچھ سانسیں اور باقی رہیں تو پوری ماڈی دیوتاؤں کے عتاب کا شکار
ہو جائے گی، دریا ابل پڑے گا، طوفان آئے گا، زمین پھٹے گی اور
ماڈی زمین کے پیٹ میں پہنچ جائے گی۔ تو نے جرم کیا ہے۔ خوفناک
جرم ۔۔ اٹھ جا اکوڈا ۔۔ اگر ماڈی کی زندگی چاہتا ہے تو جا ۔۔ اپنے
جرم کا کفارہ ادا کر ۔۔ پوری ماڈی میں اعلان کر دے کہ میں پھر ان کے
درمیان آگئی ہوں میرا نائب راگونڈا ہے۔ اس کے احکامات کی تعمیل کر۔ اس کے
حکم سے سرتابی نہ کرو۔ اور ۔۔ اس کے بعد جب پوری بستی میری عبادت گاہ پر
جمع ہو جائے تو ۔۔ تو اپنا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کر دے اسی میں ماڈی
کی نجات ہے اور اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ بول کیا تو یہ کرنے
کو تیار ہے۔"

"میں تیار ہوں ماں۔ میں تیرے ایک اشارے پر اپنے بچے
بچے کو قربان کرنے کو تیار ہوں۔ ایسا ہی ہوگا ماں۔ بس ماڈی کی زندگی
چاہتا ہوں۔ میں ماڈی کی زندگی چاہتا ہوں۔" اور یہ صبح پوری بستی کے لئے
بڑی سنسنی خیز تھی۔ انیس سال سے اس بستی میں کوئی طوفان نہیں آیا تھا۔
انیس سال سے بستی کے لوگ پرسکون تھے۔ لیکن آج آدھی رات سے ایک
طوفان اٹھا تھا۔ ماڈی کا سردار پوری بستی میں چیختا پھر رہا تھا۔ "لوگو ۔۔
خوش ہو جاؤ کہ سفید دیوی ایک بار پھر ہمارے درمیان آگئی ہے، اب
ماڈی کی قسمت بدل جائے گی۔ ماڈی کی زمینیں سونا اگلیں گی۔ یہاں
کے درخت پھلوں سے جھک جائیں گے کہ برکت کی دیوی اب ہمارے
درمیان ہے۔ لوگو تمہارا سردار اکوڈا اب تم سے رخصت چاہتا ہے وہ اب
اپنی خدمت انجام دینے سے معذور ہے کیونکہ دیوی نے راگونڈا کو اپنا
نائب قرار دیا ہے۔ ہاں راگونڈا کبھی برا تھا لیکن اب وہ برا نہیں ہے
دیوی کی نیکیاں اس کے ساتھ ہیں۔ تیاریاں کرلو۔ تمہاری قسمت کھل گئی
ہے۔ آج چاند کھلے دیوی تمہیں درشن دے گی۔ ہاں ۔۔ وہ تمہیں اپنا
رخِ روشن دکھائے گی۔!"

اور یہ بات چونکہ بستی کے سردار نے کہی تھی اس لئے کون اس سے
انکار کرسکتا تھا۔ لیکن بستی کے لوگ جہاں اس خبر سے خوش تھے وہیں اداس
اور ملول بھی تھے، انہیں اکوڈا کی جدائی منظور نہ تھی، انہیں راگونڈا
کی برتری منظور نہ تھی لیکن دیوی کے حکم کے خلاف سوچنا بھی گناہ تھا
اس لئے وہ سب خاموش تھے! اس دن بستی میں کسی نے کچھ نہ کیا۔ رنگین
مٹی سے گھروں کے دروازے سجائے گئے۔ خوبصورت پروں سے جسم
سجائے گئے۔ وہ سب دیوی کے حضور میں حاضری کی تیاریاں کر رہے تھے
اور رات کو جب پوری بستی تاریکی میں ڈوب گئی تو بستی کے لوگ اپنے
اپنے جھونپڑوں سے نکل کر دیوی کی عبادت گاہ کی طرف چل پڑے سب سے

دل عقیدت و احترام سے بھرے ہوئے تھے۔ اکودا ان سب کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ دیوی کے حکم پر اپنا بلیدان دینے کو تیار تھا بھلا یہ خوش قسمتی کیا کم تھی کہ دیوی نے اس سے ہمکلام ہو کر اس کی زندگی مانگی تھی ۔۔۔ وہ عبادت گاہ کے سامنے کے میدان میں جمع ہو گئے۔ آج طویل عرصہ کے بعد عبادت گاہ روشنی سے جگمگا رہی تھی۔ جگہ جگہ چربی سے روشن مشعلیں نصب تھیں۔ وہ سب میدان میں جمع ہو گئے اور ان کی نظریں عبادت گاہ کی طرف جم گئیں۔

پھر آسمان سے چاند ابھرنے لگا! عبادت گاہ کے ڈھول آہستہ آہستہ بجنے لگے اور جوں جوں چاند کی روشنی بڑھتی گئی ڈھولوں کی آوازیں تیز ہوتی گئیں۔ اور جب چاند نے بادلوں سے پوری طرح منہ نکالا تو ڈھولوں کی آواز سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ڈھول نہایت ہیجان خیز انداز میں بج رہے تھے اور لوگوں کے دل دھڑک رہے تھے۔

تب عبادت گاہ کے چبوترے پر ایک تیز روشنی پھوٹی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی اور بستی کے لوگ سنبھل گئے۔ انہوں نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں دیوی کی تعریفیں شروع کر دیں۔ پھر روشنی کا ایک تیز جھپاکا ہوا اور ڈھول ساکت ہو گئے۔ اتنی تیز آوازوں کے بعد یہ کان پھاڑ دینے والا سکوت بے حد پراسرار تھا اور پھر چبوترے پر پھیلی ہوئی تیز روشنی میں بوڑھا راگونڈا نظر آیا۔ وہی شیطان راگونڈا جس نے اپنی شیطنیت سے پوری بستی کے سکون کو تہہ و بالا کر رکھا تھا۔ وہی شیطان آج پھر ان کے درمیان آ گیا تھا۔! وہ چبوترے پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور پھر اس کی شیطانی آواز گونجی!

"مانڈی کے سپوتو ۔۔ خوش نصیب ہو تم۔ کہ آج صدیوں کے بعد سفید دیوی ایک بار پھر تمہارے درمیان آ گئی ہے آج پھر تمہاری قسمتیں کھل گئی ہیں میں دیوی کا ادنیٰ خادم تمہیں اس خوش نصیبی کی مبارکباد دیتا ہوں۔! دیوی کے درشن کرو اور اس کے احکامات کو غور سے سنو کہ اسی میں تمہاری نجات ہے ۔!"

وہ سامنے سے ہٹ گیا۔ اور پھر موتیوں کے لباس میں ایک سفید ہیولا چبوترے پر نمودار ہوا، اس کے سر پر سہرے گندھے ہوئے تھے۔ اس کے سفید چمکدار عریاں جسم کو موتیوں نے ڈھکا ہوا تھا، اور ان موتیوں کی رنگین چمک نے درحقیقت اسے ایک آسمانی مخلوق بنا دیا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا دوسرے میں ایک ناریل دبا ہوا تھا۔!

اس نے ناریل راگونڈا کے ہاتھ میں دے دیا اور وحشی سجدے میں گر گئے۔! وہ بری طرح کانپ رہے تھے وہ دیوی کے جمال کی تاب نہ لا سکے تھے۔! تب دیوی کی نغمگیں آواز ابھری۔!

"اٹھو۔ اے میرے پرستارو۔ اٹھو میرے لوگو۔ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے برکتیں لائی ہوں۔ میں تمہارے لئے بہار لائی ہوں۔ اٹھو تمہاری خوش نصیبی آ گئی ہے۔ اٹھو اور غور سے میری ہدایات سنو۔!" اور لوگ سجدے سے اٹھ گئے۔ ان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں! جب وہ سب سیدھے ہو گئے تو دیوی نے کہنا شروع کیا۔

"مانڈی کے خوشحال لوگو، مانڈی پر ایک خوفناک تباہی آنے والی تھی۔ ایسی تباہی کہ مانڈی کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ تب مجھے تمہارے درمیان آنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں مانڈی کو خوش حال دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنا ساتھی، اپنا غلام راگونڈا کو چنا اور اسے لے کر تمہارے پاس آ گئی۔ بلاشبہ راگونڈا بہت بڑا جادوگر ہے۔ بلاشبہ تم لوگ اس سے نفرت کرتے تھے لیکن اب راگونڈا میرا خادم ہے۔ اس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔ ہاں راگونڈا اب تمہارا سردار بنے گا۔ اکودا کی زندگی مانڈی کے لئے منحوس ہے، اس کے دن ختم ہو گئے ہیں چنانچہ میں تمہیں بتاتی ہوں۔ تباہی کو ٹالنے کے لئے اکودا کا بلیدان ضروری ہے۔ ہاں یہ میرا حکم ہے کہ راگونڈا بستی کا سردار بنے۔ کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہ کرے کہ یہی تمہاری بھلائی کا راستہ ہے۔"

اس نے اپنا نیزہ بلند کر دیا اور پھر پاٹ دار آواز میں بولی۔

"اکودا۔ آؤ۔ بستی کو بچانے کے لئے اپنا بلیدان دو۔!"

اور تمام نظریں اکودا کی طرف گھوم گئیں۔ اکودا چبوترے کے قریب آ گیا اس کے چہرے پر عزم تھا! اس نے ایک نگاہ بستی کے لوگوں کی طرف دیکھا، اور پھر اپنی کمر میں اڑسا ہوا لمبا خنجر نکال لیا۔ پھر اس نے دیوی کی طرف دیکھا اس کے سامنے سر جھکایا! اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے خنجر اپنے حلق پر پھیر لیا۔ اس کے مضبوط بازو کی قوت سے پوری گردن علیحدہ ہو گئی اور اس کا جسم زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔! لوگوں کی سسکیاں نکل گئی تھیں بلاشبہ انہوں نے ایسی قربانی اس سے قبل نہ دیکھی تھی۔ ایسا بلیدان اس سے پہلے کسی نے نہ دیا تھا کہ اپنے ہاتھ سے گردن کاٹ دی ہو۔! دیوی نے اپنا نیزہ راگونڈا کی طرف بڑھا دیا اور راگونڈا آگے بڑھا۔ اس نے اکودا کی گردن نیزے میں چبھوئی اور اوپر اٹھالی۔ اور پھر اس نے نیزہ چبوترے کے ایک سوراخ میں کھڑا کر دیا۔!

تب دیوی نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اسکے دونوں ہاتھوں سے پھول اڑنے لگے۔ اور اس نے نغمہ بار آواز میں کہا۔

"جاؤ میرے سچے ساتھیو ۔۔ واپس جاؤ۔ اب تمہارے لئے یہاں کے راستے کھل گئے ہیں۔ اطمینان سے سو جاؤ۔ سکون سے رہو۔ راگونڈا تمہارا سردار تمہاری بھلائی کے لئے جاگتا رہے گا! جاؤ۔

"واپس جاؤ"۔ اور لوگ واپس مڑ گئے۔ اب سب خاموشی سے بستی کی طرف جا رہے تھے اور راکووا کا بے سر کا جسم اسی طرح چبوترے کے نیچے پڑا تھا!

جب بستی کا آخری آدمی بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو راگونڈا بابیلا کی طرف لپکا اور اس نے بابیلا کو آغوش میں لے لیا۔!

"آج میری سترہ سال کی محنت بارآور ہوئی ہے۔ آج میرے دشمن کا خاتمہ ہوا ہے۔ اب دیکھوں گا ان نفرت کرنے والوں کو۔ اب دیکھوں گا ان لوگوں کو جو راگونڈا کی موت سے خوش تھے۔ اگر وہ میدانوں اور جنگلوں میں موت نہ مانگتے پھریں تو میرا نام راگونڈا نہیں ہے۔ تو نے جس طرح میرے احکامات کی تعمیل کی ہے بابیلا میں اس پر بہت خوش ہوں۔ اور فکر نہ کر۔ بستی کا سب سے خوبصورت نوجوان۔ سب سے طاقتور نوجوان تیری خلوت میں پہنچ جائے گا۔ بس تھوڑا سا انتظار کر۔۔!"

* * * * * * * *

"تمہیں میری زندگی کے ابتدائی حالات معلوم ہیں لیکن میری مکمل کہانی شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ میری کیفیت کوئی نہیں جانتا۔ یہ بات زیادہ لوگ نہیں جانتے کہ میں نے آرتھوڈک پارٹی کو برسرِاقتدار لانے میں کتنی بڑی قربانی دی ہے۔ پیٹریشیا، میری بیوی، میری محبوبہ جس سے میں نے بڑی امنگوں سے شادی کی تھی۔ ہماری شادی کو صرف تین سال ہوئے تھے اور جب میں نے آرتھوڈک کے پروگرام سے متاثر ہو کر اس میں شمولیت اختیار کی تو پیٹریشیا پہلی فرد تھی جس نے خلوصِ دل سے میرے اس اقدام کو سراہا۔ اس نے خود بھی آرتھوڈک کا رکن بننے کی خواہش ظاہر کی اور وہ بھی آرتھوڈک پارٹی کی ممبر بن گئی لیکن۔ وہ حاملہ تھی۔ اسے پورے دِنوں کا حمل تھا۔ اس لئے اس نے اپنی سرگرمیاں اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دیں جب تک اس کے ہاں ولادت نہ ہو جائے۔ ہم نئے مہمان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ہم دونوں اس کی بہتر زندگی کے پروگرام بناتے تھے، لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ پریمیٹ پارٹی کو اس پروگرام کی اطلاع مل گئی۔ میرے خاندان کے ایک ایک فرد کو گرفتار کر لیا گیا۔ جن میں پیٹریشیا بھی شامل تھی۔ مجھے جیل بھیج دیا گیا۔ اور پیٹریشیا کو ہسپتال — کیونکہ اس کے ہاں ولادت کے دن نزدیک تھے۔ ہسپتال میں وہ پولیس کی نگرانی میں تھی۔ میں پیٹریشیا کے لئے تڑپتا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ ہماری معصوم بچی پولیس کی تحویل میں پیدا ہوئی، مجھے ایک ماہ تک اس کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ پیٹریشیا کی حالت کسی قدر خراب ہو گئی تھی۔ اسے شدید غم تھا کہ میں اس کے پاس نہ تھا۔ وہ دن رات روتی رہتی تھی۔ تب ہسپتال کی ایک نیک نرس کو اس پر رحم آ گیا اس نے پیٹریشیا کا پیغام مجھ تک پہنچایا۔ اس نے بچی کی پیدائش کی اطلاع مجھے دی اور میں خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ لیکن پھر میری آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں ہماری محبت کا ثمر وجود میں آ گیا تھا لیکن میں اسے دیکھ بھی نہ سکا تھا۔ میرے دل میں بچی کو دیکھنے کی شدید خواہش بیدار ہو گئی میں نے حکام سے پُرزور اپلیں کیں کہ مجھے صرف چند گھنٹوں کے لئے میری بچی کو دیکھنے کی اجازت دی جائے' لیکن میری تمام اپلیں مسترد کر دی گئیں۔ میرے اوپر کسی نے رحم نہیں کیا اور پھر میں مجبور ہو گیا۔ میں زندگی کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو گیا۔ میں اپنی بچی کو ایک نگاہ دیکھنے کے لئے اپنی زندگی گنوانے پر تل گیا۔ اور ایک چمکدار صبح، جب ہماری پریڈ ہو رہی تھی، میں نے ایک محافظ سے اسٹین گن چھین لی۔ میں اندھادھند گولیاں برساتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔ اور جیلر کی جیپ لے کر ہسپتال کی طرف دوڑ گیا۔ جیپ طوفانی رفتار سے ہسپتال کی طرف جا رہی تھی۔ ہسپتال کے محافظ میرا راستہ نہ روک سکے۔ ان میں سے بھی کئی میری چلائی ہوئی گولیوں سے ہلاک ہو گئے تھے۔ اب میرے راستے میں کوئی دیوار نہیں تھی۔ میں پیٹریشیا کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنی "لیزا" کو سینے سے لگا لیا۔ ہم نے بچی کا نام پہلے ہی تجویز کر لیا تھا کہ اگر لڑکی ہوئی تو اس کا نام لیزا رکھیں گے اور اگر لڑکا ہوا تو اس کا نام "رابن" رکھیں گے۔ پھول سی بچی میرے سینے سے لگی ہوئی تھی اور کمزور پیٹریشیا کی آنکھوں میں آنسو بھری مسکراہٹ تھی۔ وہ غریب آنے والے وقت سے بے خبر تھی۔ تب میں نے اسے حالات کی نزاکت کا احساس دلایا اور وہ بدحواس ہو گئی یقیناً پولیس میرے تعاقب میں آ رہی ہو گی۔!

میں نے وہاں سے جانا چاہا تو پیٹریشیا میرے سر ہو گئی۔ اس نے کہا کہ میں اسے بھی ہسپتال سے نکال لے چلوں۔ اس نے میرا لباس پکڑ لیا اور خودکشی کی دھمکی دی۔ تب میں مجبور ہو گیا۔ پیٹریشیا نے بچی کو پکڑ لیا، اور میں نے اسٹین گن سنبھال لی ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ہسپتال کے لوگوں کو ہمیں روکنے کی ہمت نہیں تھی۔! لیکن جب میں جیپ لئے ہوئے ہسپتال سے نکلا تو پولیس پہنچ چکی تھی۔!

میں نے جیپ دوڑا دی اور پولیس میرا تعاقب کرنے لگی۔ میرے سامنے کوئی منزل نہیں تھی کوئی راستہ نہیں تھا جدھر منہ اٹھ رہا تھا بھاگ رہا تھا اور پولیس میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ گنجان علاقے سے نکل کر پولیس نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی۔ لیکن ہم بچتے رہے، یہاں تک کہ جیپ کا رخ اس علاقے کی طرف ہو گیا۔ اور بالآخر ہم یہاں پہنچ گئے، لیکن بے سُود۔ ہم یہاں سے کہاں جاتے۔ اس وقت پولیس کی چلائی ہوئی گولیوں سے ہماری جیپ کے ٹائر پھٹ گئے تھے اور جیپ الٹتے الٹتے

بچی۔ اب ہمارے سامنے ایک ہی راستہ تھا۔ ہم تینوں لیبی میں کود کر خودکشی کرلیں۔ یہ تجویز پیٹریشیا نے پیش کی تھی۔ اور اس کے علاوہ ہم کچھ کر بھی نہ سکتے تھے۔ ہم دونوں بچی کو لئے ہوئے دریا کی طرف دوڑے اور اسی وقت پولیس نے گولیوں کی ایک باڑھ ماری۔ اور درجنوں گولیاں پیٹریشیا کے جسم میں پیوست ہوگئیں۔ وہ گرنے لگی تو میں نے بچی کو اس سے لے لیا۔ میں دریا کی طرف دوڑا لیکن میں ابھی کنارے پر ہی تھا کہ ایک گولی نے میری پنڈلی کی ہڈی توڑ دی ــ اور بچی میرے ہاتھ سے نکل گئی، وہ دریا میں جاگری۔ اور میں۔ میں بدبخت بے ہوش ہوکر کنارے پر ہی گر پڑا۔ !"

میجر والکوب کے حلق سے سسکیاں نکل رہی تھیں اور مائیکل کا دل ڈوب رہا تھا اس کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔ "میں نہ جانے کب تک بے ہوش رہا۔ لیکن میری بدنصیبی ختم نہ ہوئی تھی۔ میں اس ویران دنیا میں زندہ رہ گیا تھا۔ میں ایک ٹانگ سے معذور ہوگیا تھا۔ ! اور ــ اس وقت سے آج تک کا عرصہ میں نے کانٹوں کے بستر پر گذارا ہے۔ تم نہیں جان سکتے میرے بچے میری زندگی کیا ہے۔ یہ آزادی بھی میری پیٹریشیا کو واپس نہیں لاسکتی۔ میری بچی مجھے نہیں مل سکتی۔ اور اب ــ دل گھبراتا ہے تو پیٹریشیا کے پاس آجاتا ہوں۔ تصور میں اس سے باتیں کرتا ہوں اور تھوڑا سا سکون مل جاتا ہے۔ !" والکوب کی سسکیاں ہچکیوں میں بدل گئیں۔

مائیکل کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار پھوٹ رہی تھی

"سوری۔ سوری مسٹر والکوب۔ ویری ساری۔ میں نے آپ کا غم تازہ کردیا۔ !" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ کافی دیر تک فضا سوگوار رہی۔ پھر والکوب نے گھڑی دیکھی اور بولا "چلو ــ واپس چلو مائیکل۔ واپسی کا وقت ہوگیا ہے"۔

"مسٹر والکوب ــ !"، مائیکل نے ہیلی کاپٹر پلٹ کرتے ہوئے کہا۔ اور والکوب اسے دیکھنے لگا۔ "کیا آپ کی بچی کی لاش مل گئی تھی؟"

"نہیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ تلاش کے باوجود لاش نہیں مل سکی تھی"۔!

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کی بچی زندہ ہو۔۔؟"

"زندہ ــ میری بچی ۔ !" والکوب نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ پھر مایوسی سے بولا "نہیں یہ کیسے ممکن ہے۔ اس کی عمر صرف ڈیڑھ ماہ تھی اور دریا بہرحال کافی گہرائی میں ہے۔؟"

"اگر اس کی لاش نہیں ملی تو کیا ہم فرض نہیں کرسکتے کہ وہ زندہ ہو"

"کیا کہنا چاہتے ہو مائیکل۔ تمہارے ان الفاظ نے میرے ذہن میں ہیجان برپا کردیا ہے"۔!

"ایک بہترین مشغلہ۔ آپ کا دل بھی بہل جائے گا۔ ! کیوں نہ ہم اسے تلاش کریں۔؟"

"تم بھول رہے ہو بیٹے۔ پورے انیس سال گذر چکے ہیں پورے انیس سال"۔

"ممکن ہے وہ زندہ ہو جناب، اور کسی نہ کسی شکل میں ہمیں مل جائے"۔

"مگر ہم اسے کہاں تلاش کریں گے۔ !"

"دریائے لیبی جہاں تک جاتا ہے۔ جہاں تک یہ ہمیں لے جاتے۔ ہم ہیلی کاپٹر سے سفر کریں گے ! اور اسے تلاش کریں گے ! ایک کوشش ہی سہی۔ اگر وہ نہ بھی ملی تو یہ سفر کیا برا ہے گا" مائیکل نے کہا وہ جانتا تھا کہ اس کے الفاظ میجر والکوب کے دل میں ہلچل مچادیں گے لیکن اس غمزدہ انسان کا دل ہی بہل جائے گا کم از کم امید کی چند شمعیں اس کے دل میں روشن ہوجائیں گی۔ اور وہ اس کوشش میں ناکام نہ رہا۔ امید کی شمعوں کا عکس میجر والکوب کے چہرے پر نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"مائیکل۔ میرے بچے۔ آہ میں نے اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ ممکن ہے تیری بات درست ہی نکل آئے۔ ممکن ہے میری لیزا زندہ ہی ہو۔ اگر وہ مجھے مل گئی مائیکل تو زندگی کے آخری سانس سکون سے کٹ جائیں گے۔ آہ مائیکل میں جانتا ہوں یہ تصور سراب ہے۔ لیکن اب تو میں اس سے پیچھا بھی نہیں چھڑا سکتا۔ تمہارے الفاظ نے میرے دل میں ایک ہلچل مچادی ہے اور میں پچھتا رہا ہوں کہ یہ کام میں نے پہلے کیوں نہیں شروع کردیا۔ یہ بات میں نے پہلے ہی کیوں نہ سوچی !"، اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"وقت کا جو بھی سرا ہاتھ آجائے اس سے فائدہ اٹھالینا مناسب ہے، گذرے وقت کا ماتم کچھ نہیں دیتا"! مائیکل نے کہا۔

"مجھے تم سے اتفاق ہے میرے بچے۔ لیکن اس کٹھن مرحلے میں تم میرا ساتھ دوگے؟"

"دل وجان سے ــ !" مائیکل نے کہا۔

"تب پھر تیاری شروع کردو۔ ہم کل ہی لیبی کے اوپر اوپر پرواز شروع کردیں گے اور وہاں تک جائیں گے جہاں یہ ختم ہوتی ہے"۔

اس طرح دوسرے دن یہ عظیم تلاش شروع ہوگئی ہیلی کاپٹر کو ضروری ساز و سامان سے لیس کردیا گیا، جس میں کھانے پینے کی اشیاء فالتو ایندھن اور دوسری ایسی ہی چیزیں تھیں۔ آٹھ گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد انہوں نے ہیلی کاپٹر ایک پہاڑی علاقے میں اتار لیا۔

ویران اور بے آب و گیاہ چٹانوں میں ایک مدت گذارنے کے بعد دوسرے دن سے انہوں نے پھر جدوجہد شروع کر دی۔ میجر والکوب کے چہرے پر اب پہلے جیسی مایوسی نہیں تھی۔ ماحول کی تبدیلی نے اس پر خوشگوار اثر کیا تھا! اس کی امیدوں کے دیئے روشنی پکڑ رہے تھے اور مائیکل اس کی تبدیلی سے خوش تھا! اس غمزدہ انسان کا غم بٹ گیا تھا۔ وہ گھنٹوں پروگرام بناتے، ہر ایسے زاویئے سے سوچتے جو عام حالات میں نظر انداز کیا جاسکتا تھا اور دوسرے دن سے اس پر عمل شروع کر دیتے۔ چنانچہ یہ انداز فکر انہیں ایک نیم وحشی انسانوں کی بستی میں لے گیا جہاں کے لوگوں نے ان سے اچھا سلوک کیا تھا۔ یہ نیم مہذب وحشی بڑے مہمان نواز نکلے۔ والکوب کو یہ آسانی تھی کہ وہ اس علاقے کی زبانیں بخوبی جانتا تھا اور مائیکل نے خود بھی اس سے یہ زبانیں سیکھنا شروع کر دی تھیں۔ بستی کے بزرگوں نے انہیں علاقے کی دوسری بستیوں کے بارے میں بتایا۔ یہاں اس بستی میں کسی اجنبی لڑکی کا وجود نہیں تھا، چنانچہ وہ چل پڑے۔

اور اب انہیں یہ سفر کرتے ہوئے پورا ایک ماہ گذر چکا تھا۔

ان کے پاس تین ماہ کا بندوبست تھا اس لئے وہ دوسرے معاملات کی طرف سے بے فکر تھے۔ طویل و عریض دریائے لیبی مختلف شکلوں میں ان کے سامنے آیا تھا۔ اور انہوں نے ممکنہ جگہوں پر لیزا کو تلاش کیا تھا۔ اس کی شخصیت اس کی جسامت کے بارے میں بحثیں کر کے انہوں نے اس کا موجودہ خاکہ تیار کر لیا تھا۔

جوں جوں وہ اندر جا رہے تھے قبائل وحشی ہوتے جا رہے تھے۔ بہت سی بستیوں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا گیا اور اب تو جو بستیاں مل رہی تھیں وہ مہذب دنیا سے قطعی ناواقف تھیں ان کے لوگ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر سہم جاتے تھے اور پھر ان سے دشمنی پر آمادہ ہو جاتے چند جگہوں پر تو انہیں زندگی بچانا مشکل ہو گئی۔

اس شام موسم ابر آلود تھا، میجر والکوب کو نزلے کی شکایت ہو گئی جس کی وجہ سے اسے بخار بھی ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے معمولات جاری رکھے تھے، اور سفر بدستور جاری تھا۔ شام ڈھلے انہیں قیام کے لئے جگہ کی تلاش تھی۔ اور دور کسی بستی کے آثار نظر آ رہے تھے۔!

"میرا خیال ہے مائیکل ہیلی کاپٹر کو بستی سے دور رکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس رات میں مکمل آرام کروں گا اور دن کی روشنی میں ہم اس بستی میں اپنا کام کریں گے۔ تاکہ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو میں چاق و چوبند رہوں؟"

"اوکے باس" ! مائیکل نے کہا اور پھر اس نے بستی سے
خاصی دور ایک مسطح چٹان پر ہیلی کاپٹر اتار دیا۔ بستی والوں نے ہیلی کاپٹر کی
آواز بھی نہ سنی ہو گی۔ مائیکل نے جلدی جلدی ضروری انتظامات کئے،
اور والکوب ایک فولڈنگ بستر پر لیٹ گیا۔ مائیکل نے اسے کونین دیدی
تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد والکوب سو گیا لیکن مائیکل کو ابھی نیند نہیں آ رہی
تھی۔ اس کی نگاہیں دور۔ ایک عمارت کی طرف جمی ہوئی تھیں جو بانسوں
وغیرہ سے بنائی گئی تھی۔ اور اس پر بے شمار مشعلیں روشن تھیں یہ عمارت
عام بستی سے خاصی دور، اور ان کے نزدیک تھی۔ جب مشعلیں روشن ہوئیں
تب مائیکل کو اس کے بارے میں معلوم ہوا۔ پھر اسے بہت سی آوازیں سنائی
دیں۔ اور وہ چونک پڑا۔ بیشمار آوازیں تھیں جو عمارت کے نزدیک
سے آ رہی تھیں۔ شاید وحشی وہاں جمع تھے!

مائیکل کے ذہن میں وسوسے سر ابھارنے لگے۔ کیا وحشیوں
کو ان کی آمد کی اطلاع مل گئی ہے۔ کیا وہ ان پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے
ہیں۔ ابھی چاند نہ نکلا تھا، اس لئے ان کی نقل و حرکت کے بارے میں بھی
کوئی اندازہ نہ ہو رہا تھا چنانچہ مائیکل ہوشیار ہو گیا! اس نے پستول کے
چیمبر بھرے، رائفل لوڈ کر کے نزدیک رکھ لی اور مشعلوں پر نگاہ جمائے
بیٹھا رہا۔

تب اچانک اس نے مخصوص قسم کے ڈھولوں کی آواز سنی۔
اور چونک پڑا۔ چاند نکلنے والا تھا۔ وہ مضطرب انداز میں ڈھولوں کی
تیز آوازوں کو سنتا رہا جو بتدریج تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں
تاریکی میں وحشیوں کو تلاش کر رہی تھیں لیکن اس طرف کوئی آتا نظر نہ آیا۔
ڈھولوں کی آوازیں ہیجانی ہو گئیں اور میجر والکوب بھی جاگ پڑا ۔۔

"مائیکل ۔۔!" اس نے آواز دی ۔ "کوئی خطرہ ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں" مائیکل نے جواب دیا "میں بہت
دیر سے ان کی سرگرمیاں دیکھ رہا ہوں، ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو سکا
کہ یہ ہماری طرف متوجہ ہیں اور میرا خیال ہے ایسی بات بھی نہیں ہے،
ان کا اپنا کوئی معاملہ ہے"

"تاہم احتیاط ضروری ہے" میجر والکوب نے کہا۔

"میں ہوشیار ہوں۔ ویسے اگر آپ اجازت دیں تو میں
قریب سے جا کر دیکھوں کہ کیا ہو رہا ہے؟"

"پوشیدہ طور پر ۔۔ اور ہاں دونوں پستولیں لے جاؤ۔
رائفل مجھے دیدو۔ اگر کوئی خطرہ ہو تو ہوائی فائر کر دینا ۔۔!"

"ٹھیک ہے" مائیکل نے کہا اور میجر والکوب کو وہاں
چھوڑ کر ضروری تیاریوں کے بعد وہ وحشیوں کی طرف چل دیا۔ تھوڑی
دیر کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گیا! اس نے عمارت کے بالکل سامنے ایک
درخت پر پناہ لی تھی۔ اب چاندنی نکل آئی تھی۔ اس نے ایک چبوترے پر
روشنی دیکھی۔ تیز روشنی جو نہ جانے کہاں سے آ رہی تھی۔ اور پھر اس روشنی میں
ایک وحشی نمودار ہوا۔ مائیکل تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وحشی نے جو گفتگو کی
وہ کسی قدر مائیکل کی سمجھ میں آ گئی۔ والکوب نے اسے یہ زبان سکھا دی تھی اور
وہ حیران رہ گیا۔۔ اور پھر ۔۔ اس نے ایک روشن ہیولا دیکھا۔ ہیولا نمایاں
ہوا تو مائیکل کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، سانس رک گئی، وہ ایسی ہی حسین
تھی۔ بلاشبہ وہ حسن کا مکمل ترین نمونہ تھی۔ مائیکل مبہوت ہو گیا۔ پہلی بار
اس نے وحشیوں کے درمیان اس سفید فام لڑکی کو دیکھا تھا! اس کا ذہن نہ
جانے کن جہانوں کی سیر کرنے لگا ۔!

اور پھر اس نے لڑکی کی آواز سنی۔ وہ وحشیوں کی زبان نہیں
بول رہی تھی اور جو کچھ اس نے کہا مائیکل نے حیرت و تعجب سے سنا، وہ ان الفاظ
کا مفہوم بخوبی سمجھ گیا تھا۔ لیکن مہذب دنیا کے اس انسان کو یہ باتیں حقیقت
نہ معلوم ہوئیں۔ دیوی دیوتاؤں کا صرف تصور کیا جا سکتا ہے ان کی حقیقت
کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ان وحشیوں کا وہم تو ہو سکتا ہے۔ کسی پڑھے
لکھے آدمی کا یقین نہیں۔ اور اس کے ذہن نے چند فیصلے کر لئے نوجوان
مائیکل اب صرف والکوب کا خادم نہ رہا۔ اب تو اسے اپنے دل کے مرض کا
بھی علاج کرنا تھا۔ وہ انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وحشی منتشر ہو گئے لیکن
دیوی ابھی تک چبوترے پر کھڑی تھی۔ اس کے حکم پر اپنا سر کاٹ کر پیش کرنے والے
کی لاش چبوترے کے نیچے پڑی تھی اور اس کا سر وحشی کے نیزے میں اڑسا ہوا
تھا اور پھر مائیکل آہستگی سے نیچے اتر آیا۔ تب اس نے اس وحشی کو دیکھا جو پہلی
بار چبوترے پر آیا تھا۔ وحشی نے لڑکی کو آغوش میں لے لیا تھا اور اس منظر نے
مائیکل کا یقین پختہ کر دیا۔ وہ دیوی نہیں۔ ایک عام عورت تھی۔ ایک عام
عورت جو بہرحال ان قبائل میں سے نہیں تھی۔ پھر وہ کون تھی ۔۔؟ اور
مائیکل اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کئے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا
تھا۔ اس نے وحشی اور خوبصورت لڑکی کو اس بڑے جھونپڑے میں جاتے
دیکھا۔ اور خود بھی چھپتا چھپاتا جھونپڑے کی طرف چل دیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جھونپڑے کے ایک ایک حصے کو دیکھنے کے بعد بالآخر وہ
اس جگہ پہنچ گیا جہاں لڑکی پیال کے ایک ڈھیر پر محو خواب تھی۔ اس کے

جسم پر برائے نام لباس تھا، اور وہ بے سدھ لیٹی تھی۔ مائیکل کا دل اچھلنے لگا۔! اس حسین ناگن کو دیکھ کر وہ بے خود ہو گیا تھا۔ اس کی معصوم صورت نے اسے دنیا سے بیگانہ کر دیا۔ وہ اس وحشی کو بھی بھول گیا جو جھونپڑے کے ایک حصے میں اسے چند انسانی کھوپڑیوں کے درمیان بیٹھا نظر آیا تھا۔ وہ لڑکی قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کو درست کیا! اور اس کے ہاتھ کے لمس سے لڑکی جاگ اٹھی۔! اس کی سیاہ وحشت زدہ آنکھیں کھل گئیں اور مائیکل کا جسم سُن ہو گیا۔ اس کا سانس رک گیا۔ لڑکی خوفزدہ ہرنی کی طرح اچھل کر بیٹھ گئی تھی۔ چند لمحات وہ وحشت زدہ نظروں سے مائیکل کو دیکھتی رہی۔ اور پھر نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں خمار امنڈ آیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے چہرے سے اسے دیکھنے لگی اور مائیکل حیران رہ گیا۔

"ضرور تمہیں بابا راگونڈا نے میرے پاس بھیجا ہے تم مجھے ہرن کی طرح پیار کرو گے نا ۔۔؟" اس نے مخمور آواز میں کہا۔ مائیکل ان الفاظ کو سمجھ گیا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس کی سمجھ میں اس وقت بھی کچھ نہ آیا جب لڑکی نے آگے بڑھ کر اس کے چوڑے سینے سے منہ رگڑنا شروع کر دیا تھا البتہ اس کے ہاتھ آگے بڑھے اور اس نے لڑکی کو آغوش میں لے لیا

اس کی ٹھوڑی اونچی کی اور اس کے احمریں ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے لڑکی چونک پڑی تھی لیکن ہونٹوں کا لمس اسے لذت انگیز محسوس ہوا اور اس نے مائیکل کے گھنگھریالے بال دونوں مٹھیوں میں بھینچ لئے۔ وہ مائیکل کے ہونٹوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اور مائیکل بھی ان ہونٹوں کے شہد کو باقی نہ رہنے دینا چاہتا تھا۔ لڑکی کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں۔ وہ مائیکل سے لپٹی پڑ رہی تھی۔ اس کوشش میں اس کے حلق سے بہت سی آوازیں بھی نکل گئی تھیں ۔۔!

لیکن اس وقت مائیکل اچھل پڑا جب اس نے دروازے میں اس وحشی جادوگر کو دیکھا جسے اس نے جھونپڑے کے ایک حصے میں دیکھا تھا۔ جادوگر سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔! پھر وہ آگے بڑھا اور مائیکل کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ "تم کون ہو ۔۔ اور یہاں کیسے آگئے؟" اس نے سرد اور خونخوار لہجے میں کہا۔ مائیکل ہوشیار ہو گیا، وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا تاکہ وحشی اگر کوئی گڑبڑ کرے تو اس سے نمٹ سکے۔

لیکن لڑکی کو اس کی یہ دوری پسند نہ آئی! اس نے ایک چھلانگ لگائی اور پھر مائیکل سے لپٹ گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ مائیکل کی گردن میں ڈال دیئے۔ "بابیلا ۔۔!" بوڑھے کی گرجدار آواز گونجی۔ "الگ ہٹ جا بابیلا۔ یہ اجنبی ہے۔ اس کا زندہ رہنا مناسب نہیں ہے"

"بابا" لڑکی نے مائیکل کی گردن میں بانہیں ڈالے ڈالے کہا۔ "یہ مجھے پسند ہے۔ کیا تم نے اسے میرے پاس نہیں بھیجا۔؟"

"نہیں۔ میں نہیں جانتا یہ کون ہے کہاں سے آیا ہے۔ اسے چھوڑ دے تاکہ میں اسے جلا کر خاک کر دوں۔" راگونڈا نے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا۔

"تو واپس چلا جا بابا۔ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ جا اسے میرے پاس رہنے دے!" بابیلا نے اپنے ہونٹ مائیکل کے رخساروں سے رگڑتے ہوئے کہا۔

"بابیلا" راگونڈا گرجا۔ اس نے آگے بڑھ کر بابیلا کے بال پکڑ لئے، اور بابیلا ایک چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹ گئی! لیکن اس کی آنکھوں میں خونخوار شیرنی کی سی چمک تھی۔

"بابا۔ واپس چلا جا۔ میرے درمیان نہ آ۔ میں کہہ چکی ہوں کہ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ جا واپس چلا جا۔ میری بات مان!"

"بکواس مت کر۔ میں اجنبی کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ یہ تیرے لئے نہیں ہے۔ تو دیوی ہے اور میں مانڈی کا سردار ___!" وحشی نے کہا اور پھر اس کے منہ سے کچھ بے معنی آوازیں نکلیں۔ مائیکل نے پھرتی سے پستول نکال لیا۔ لیکن اچانک اس کا ہاتھ لرزنے لگا! اس نے پستول پر گرفت کرنے کی کوشش کی لیکن اس کا جسم بے جان ہو گیا تھا بوڑھے وحشی کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھ آگے کئے۔ اس کی انگلیوں سے روشنی پھوٹ پڑی۔ لیکن۔ اسی وقت لڑکی مائیکل اور وحشی کے درمیان آگئی!

"آخری بار کہہ رہی ہوں مان جا بابا۔ ورنہ میں تیری دشمن ہو جاؤں گی۔ یہ مجھے پسند ہے۔ یہ مجھے پیار کرے گا، اور تو جانتا ہے میں پیار کے لئے تڑپ رہی ہوں!" بابیلا غرائی۔

"ہٹ جا بابیلا۔ ہٹ جا۔ کہیں اس کے ساتھ تو بھی نہ ختم ہو جائے۔ میرے سامنے سے ہٹ جا!"

"اچھی بات ہے۔" بابیلا نے کہا۔ اور آہستہ سے بوڑھے اور مائیکل کے درمیان سے ہٹ گئی۔ مائیکل پتھر کے بت کی طرح بے جان تھا وہ دیکھ سکتا تھا سن سکتا تھا، سمجھ سکتا تھا لیکن کچھ کر نہ سکتا تھا۔ لڑکی آہستہ آہستہ ایک کونے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر اس نے کونے میں رکھی ہوئی دو انسانی ہڈیاں اٹھالیں اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبدانے لگی۔ بوڑھے وحشی نے پھر اپنا عمل شروع کر دیا تھا اور پھر اس کی انگلیوں سے شعاعیں نکلنے لگیں اس سے قبل کہ شعاعیں مائیکل کے جسم سے ٹکراتیں اچانک لڑکی اچھل کر سامنے آگئی اس نے دونوں ہڈیوں کا کراس بنا کر بوڑھے کے سامنے کر دیا! اور بوڑھے کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔ اس کے پورے جسم میں شعلے بھڑک اٹھے تھے۔

"بابیلا" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا "یہ کیا کیا کمینیا تو نے میرا سکھایا ہوا جادو مجھ ہی پر آزما ڈالا۔ میں تجھے مار۔ مار۔ آہ بچاؤ۔ بچاؤ۔!" بوڑھا چیختا ہوا باہر بھاگا۔ اور دروازے سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ مائیکل کے بے جان جسم نے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا اور بابیلا پھر اس کے نزدیک کھڑی ہوئی۔

مائیکل نے باہر کا منظر دیکھا اور ___ بہت دور ___ بوڑھا راگونڈا ایک بھڑکتی ہوئی مشعل کی شکل میں بھاگا جا رہا تھا۔ اور پھر وہ کافی دور جا کر نیچے گرا اور تڑپنے لگا! بابیلا نے دونوں ہڈیاں الگ کر کے ایک طرف پھینک دیں۔ اور پھر ایک گہری سانس لے کر کچھ سوچنے لگی۔ دفعتاً اس نے مائیکل کی طرف دیکھا اور پھر اچھل کر اس پر آرہی۔ "وہ ختم ہو گیا۔ اسے چھوڑ دو۔ تم مجھے پیار کرو ___!" اس نے کہا اور مائیکل سے لپٹ گئی۔ مائیکل نے خوفزدہ انداز میں جلدی سے اسے بازوؤں میں لے لیا۔ اس وحشی جادوگر محبوبہ سے کچھ بعید نہ تھا۔ ممکن ہے وہ اس کا بھی وہی حشر کرتی جو بوڑھے وحشی کا ہوا تھا۔

لیکن چند لمحات کے بعد وہ سب کچھ بھول گیا۔ لڑکی کا پرکشش جسم اس کے جسم میں سمائے جا رہا تھا۔ اور وہ اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اندر لے گیا۔

* * * * *

تاریکی کا راج ختم ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی تک مائیکل واپس نہیں آیا تھا۔ میجر والکوب کو سخت بخار تھا۔ وہ کوشش کے باوجود اس جھونپڑے تک جانے کی ہمت نہ کر سکا جس کی شعلیں اب بے نور ہو چکی تھیں لیکن وہ مائیکل کے لئے سخت پریشان تھا اور پھر جب خاصی روشنی ہو گئی تو وہ رائفل کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اب انتظار کی تاب نہیں تھی۔ اگر مائیکل کو کچھ ہو گیا ہے تو اس کی زندگی بھی محال تھی۔ اسے بھی یہیں جان دے دینا چاہیے! وہ رائفل کو لاٹھی کی طرح ٹیکتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ قدم من من بھر کے ہوئے تھے سر چکرا رہا تھا لیکن وہ اندھوں کی طرح آگے بڑھ رہا تھا لیکن ___ ابھی وہ زیادہ دور نہ چلا تھا کہ اسے مائیکل نظر آیا۔ وہ کسی کو جسم سے لپٹائے اس کی طرف آرہا تھا۔!

میجر والکوب کے ہونٹوں پر پُرمسرت مسکراہٹ پھیل گئی
اس کے قدم تیز ہوگئے۔ لیکن مائیکل کے ساتھ کون ہے۔؟ وہ سوچ رہا تھا اور پھر وہ رک گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔ مائیکل کے جسم سے لپٹی ہوئی شخصیت کسی لڑکی کی تھی۔ اس کا چمکدار سڈول جسم صاف نظر آرہا تھا۔ بالآخر مائیکل اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور لڑکی نے چونک کر اسے دیکھا۔

اب میجر والکوب کو بھی لڑکی کے چہرے کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ اور دوسرے لمحے رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ "پیٹریشیا"۔ اسکے حلق سے چیخ نکلی اور وہ دوڑ کر مائیکل کے قریب پہنچ گیا۔ لڑکی چونک کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"پیٹریشیا۔ تم۔ تم اوہ۔" اچانک والکوب خاموش ہوگیا۔ "تم پیٹریشیا نہیں ہوسکتیں۔ پھر۔ کک کیا۔ مائیکل۔ مائیکل یہ کون ہے۔ کیا یہ میری لیزا ہے۔ ہو بہو اپنی ماں کی شکل۔ بالکل پیٹریشیا میری جب اس سے شادی ہوئی تھی تو وہ اتنی ہی جوان تھی ایسی ہی سڈول تھی۔ آہ مائیکل۔ میری بچی مل گئی۔ میری لیزا۔" بوڑھا والکوب دونوں ہاتھ پھیلا کر لڑکی کی طرف لپکا۔ لیکن لڑکی اچھل کر ایک طرف ہٹ گئی! اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے مائیکل کی طرف دیکھا۔ اور بولی۔

"یہ کون ہے۔ کیا یہ تمہیں مجھ سے پیار کرنے سے روک رہا ہے؟"

مائیکل جو اس ناقابلِ یقین ملاپ پر خود بھی حیران رہ گیا تھا چونک پڑا۔ وہ اس جادوگر لڑکی کی خطرناک شخصیت کو سمجھ گیا تھا چنانچہ وہ جلدی سے بولا۔

"یہ کون ہے بابیلا۔ یہ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آسکے گا۔ یہ تمہیں مجھ سے پیار کرنے سے نہیں روکے گا!" اور اس نے آگے بڑھ کر بابیلا کو آغوش میں لے لیا۔ میجر والکوب منہ پھاڑے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"میں اس جسارت پر شرمندہ ہوں میجر۔ لیکن میری طرف سے اپنی بچی کے مل جانے کی مبارکباد قبول کرو۔ اس نے زندگی کے انیس سال وحشیوں میں گزارے ہیں اور وہ خود بھی وحشی ہے۔ اس کی زندگی کی داستان تو ابھی ہمیں اس وقت تک نہیں معلوم ہوگی جب تک وہ مہذب نہ بن جائے۔ فی الحال اتنا بتانا ضروری ہے کہ وہ مجھے بے پناہ چاہنے لگی ہے میری وجہ سے اس نے اس وحشی کو بھی قتل کردیا ہے جس نے شاید اسے پالا تھا۔ ممکن ہے آپ کو اس کی کچھ حرکتیں ناگوار گزریں۔ لیکن ہمیں اسے وحشی سمجھ کر معاف کردینا چاہیے۔"

"مائیکل میرے بچے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ میری لیزا ہے۔ یہ بالکل اپنی ماں کی ہمشکل ہے۔ اسے دیکھ کر مجھے پیٹریشیا کا دھوکہ ہوا تھا۔ میرے لئے یہی کیا کم ہے کہ تمہاری کوششوں سے میری بچی مجھے مل گئی! میں سب کچھ برداشت کرلوں گا! کیا یہ ہمارے ساتھ چلنے پر تیار ہوجائے گی۔؟"

"میرا خیال ہے اسے اعتراض نہ ہوگا!" مائیکل نے کہا اور پھر وہ لیزا کو اسی طرح خود سے لپٹائے ہوئے ہیلی کاپٹر میں لے آیا۔ لیزا یا بابیلا نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ لیکن ہیلی کاپٹر میں پہنچ کر بھی اس نے مائیکل کو نہ چھوڑا۔ تب مائیکل پریشانی سے سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"یہ بڑی مشکل ہے میجر۔ اب میں ہیلی کاپٹر کیسے پائلٹ کروں گا۔" "فکر نہ کرو مائیکل۔ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میری رگوں میں نئی زندگی دوڑ گئی ہے۔ تم آرام سے بیٹھو۔ میں ہیلی کاپٹر چلاؤں گا۔" اور میجر والکوب نے ہیلی کاپٹر کا کنٹرول سنبھال لیا۔! مشین اسٹارٹ ہوگئی اور ہیلی کاپٹر فضاء میں بلند ہونے لگا! بابیلا ایک چیخ مار کر مائیکل کے سینے میں چھپ گئی! اور مائیکل گھبرائے ہوئے انداز میں میجر والکوب کی طرف دیکھنے لگا۔

میجر والکوب ہونٹ سکوڑے مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کررہا تھا!۔